چند دن حجاز میں
محمد زبیر

چند دن حجاز میں

حصہ اوّل

علی گڑھ سے حجاز تک

حصہ دوم

خدا کا گھر

حاجی محمد زبیر
لائبریری اسسٹنٹ، یونیورسٹی لائبریری
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

قیمت ایک روپیہ — جولائی سنہ ۱۹۵۰ء (ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۹ھ)

اُن مسلمانوں کے نام
جو حج کرنے کی آرزو رکھتے ہیں

ترتیب

حصّہ اول۔ علی گڑھ سے حجاز تک

حصہ دوم - خدا کا گھر

احوالِ واقعی

آج سے چھ برس پہلے حج و زیارت سے مشرف ہو کر جب میں ہندوستان واپس آیا تو یہ جی چاہا کہ مکہ اور مدینہ میں آنکھوں نے جو دیکھا اور دل نے جو محسوس کیا اسکی تصویر اوروں کو بھی دکھا دوں۔ چنانچہ اپنے مشاہدات و کیفیات کو قلمبند کر کے اُس کا نام "چند دن حجاز میں" رکھا۔ جب مالی دشواریوں کے باعث اُسکی طباعت کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو میں نے سفرنامے کے تین ٹکڑے کر دئے اور ہر حصہ کا نام علیحدہ علیحدہ رکھکر اُنکی طباعت وقتاً فوقتاً کرتا رہا۔ تیسرا حصہ "آپ حج کس طرح کریں" مناسک حج پر مشتمل ہے اسلئے اسکو علیحدہ شائع کر دیا ہے۔ اب حصہ اول اور دوم کو ایک جلد میں پیش کر رہا ہوں۔

پہلے حصہ کا نام "علی گڑھ سے حجاز تک" ہے۔ اسمیں سفر حج کی مکمل اور مفصل روداد دو سو صفحات پر مشتمل تھی۔ مجھے ملال ہے کہ اُسے اپنے محدود ذرائع کی بنا پر شائع کرنے سے قاصر رہا اور اس روداد کا خلاصہ جسکو ہمارے سفر حج کی چند جھلکیاں تصور کرنا چاہئے پیش کر رہا ہوں۔ اگر حالات نے کبھی مساعدت کی تو پہلا حصہ مکمل صورت میں ہدیہ ناظرین کر دوں گا۔

دوسرے حصے کا نام "خدا کا گھر" ہے۔ اس گھر کے حج کے فوائد، آنحضرت صلعم اور خلفاء اسلام کے حج کے اجمالی حالات اور حج کی تاریخ کا مختصر سا خاکہ اس حصہ میں پیش کیا گیا ہے۔

میں نے اور بیوی نے جو دن خدا اور رسول کے دیار میں بسر کئے ہیں وہ ہم دونوں کی زندگی کے بہترین دن ہیں۔ اُن مبارک ایام کی یاد کو یہ چھوٹی سی کتاب محفوظ رکھیگی۔

محمد زبیر

تعارف

حج اسلامی فریضہ ہے جو ۹ ہجری میں مقرر ہوا۔ اس کا آغاز تو حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کے مبارک عہد سے ہوا تھا مگر امتدادِ ایام سے بعد کو اس میں بہت سی مشرکانہ رسوم شامل ہو گئی تھیں۔ جب دینِ محمدی آیا تو اس نے ان قباحتوں کا انسداد کر کے حج کو اس کی اصلی شکل میں پھر قائم کیا۔ حج کیا ہے۔ ملتِ ابراہیمؑ حنیف کی مقدس یادگار جو توحید اور قربانی کے سبق کو برابر دُھرانے کے لئے مشروع کی گئی۔ اس کے علاوہ یہ بھی منشاء ت معلوم ہوتی ہے کہ ملت اسلامیہ جو تمام اکناف عالم میں بکھری ہوئی ہے اس طرح اپنے دین کے قدیم مرکز سے وابستہ رہے۔

ہمارے بعض "ناصحان مشفق" "کمال خیر خواہی" سے بھارت کے مسلمانوں کو مشورہ دیا کرتے ہیں کہ وہ عرب وغیرہ کی طرف دیکھنا چھوڑ دیں۔ اگر یہ مراد ہے کہ مسلمان کسی دوسرے ملک سے سیاسی قیادت کی توقع نہ رکھیں۔ تو درست ہے۔ مگر مسلمانانِ ہند پر ایسا گمان کرنا بھی نہ صرف بے بنیاد بلکہ شر انگیز ہے۔ اور اگر یہ مقصود ہے کہ اُنکی عقیدت و محبت کا رشتہ بھارت کے سوا کسی اور ملک سے نہ ہو تو اس سے بڑھ کر خام خیالی کیا ہوگی۔ ایسی توقع رکھنے والے اسلامی تعلیمات سے یا سراسر ناواقف ہیں یا کسی گہری مصلحت سے ناواقف بنتے ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ عرب میں حجاز اور حجاز میں مکہ و مدینہ چالیس کروڑ فرزندانِ توحید کا قبلۂ ارادت و مرکزِ محبت ہیں خواہ وہ دنیا کے کسی خطے میں بستے ہوں۔ کیا ان کو خبر نہیں کہ جس مسلمان کا اپنے محبوب آقاؐ کے ساتھ یہ معاملہ ہو کہ

اے بہارِ باغِ امکاں روئے تو ہر زماں روئے دو عالم سوئے تو

اُس کی نگاہ میں اس "خیر خواہی" کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

غرض حج کی فرضیت اور اُس کے دینی دنیوی منافع مسلّم ہیں۔ البتہ ضرورت ہے کہ "یہ سبق شوق مکرر" ہوتا رہے۔ ہمارے کرم فرما حاجی محمد زبیر صاحب اُن خوش نصیب افراد میں ہیں جو نہ صرف اس دولت سے مشرف ہوئے۔ بلکہ جنھوں نے دوسروں کی رہنمائی کے لئے اپنے تجربات و تاثرات قلم بند بھی کر دئے۔ ان کا سفرنامہ "چند دن حجاز میں" تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا اُن کا سفرنامہ حج ہے جس میں انھوں نے دلچسپ اور موثر طریقے سے روانگی وطن سے لے کر مراجعت تک کی روداد بیان کر دی ہے۔ لکھنے کا انداز اتنا بے ساختہ اور ولولہ انگیز ہے گویا ~ کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کر

اسی کے ساتھ اختصار اور جامعیت کا برابر لحاظ رکھا ہے۔

دوسرے حصے میں حج کے فوائد۔ اور اُس کے تاریخی پس منظر کا تذکرہ ہے۔ اس میں انھوں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے حج کا ذکر کرنے کے بعد سلاطین بنی امیہ و بنی عباس کے حج کے مختصر اور سبق آموز واقعات دیدئے ہیں۔ زیر نظر کتاب حصہ اول و دوم پر مشتمل ہے۔ حصہ سوم جس میں مناسک حج کے متعلق ہدایات ہیں پہلے شائع ہو چکا ہے۔ خدائے پاک حاجی صاحب کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے اس مقدس فریضہ سے متعلق ضروری معلومات کو آسان اور دل پسند انداز میں جمع کر دیا۔ دعا ہے کہ حق سبحانہ اپنے حبیب اقدس کے طفیل میں ہم سب کو اپنی پسندیدہ راہ پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(مولانا) ضیاء احمد بدایونی
ریڈر شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

پیش لفظ

حاجی محمد زبیر صاحب نے اپنے سفر حج کو کئی عنوانات کے تحت کتابی صورت میں شائع کر کے مسلمانوں کی بالعموم اور عازمین حج کی بالخصوص ایک قابل تحسین خدمت انجام دی ہے۔ اگرچہ سفر حج سے متعلق اس سے قبل کئی وسیع کتابیں شائع ہو چکی ہیں لیکن محمد زبیر صاحب کی کتاب بوجہ اپنی جامعیت ایک خاص طرۂ امتیاز رکھتی ہے، باوجود اختصار وہ تمام ضروری معلومات جو مختلف سفر ناموں کو فرداً فرداً پڑھنے سے بہم پہنچتی ہے زبیر صاحب کی تصنیف کے چند اوراق ہی میں سمٹ آئی ہے۔

زبیر صاحب کی تصنیف میں دو مخصوص رجحانات بغایت نمایاں ہیں، ایک یہ کہ قارئین کے لئے زیادہ سے زیادہ معلومات کا ذخیرہ فراہم کرنے کے کوشاں ہیں، اس سلسلہ میں بیک وقت بحیثیت مفکر و مؤرخ و جغرافیہ داں و مبلغ اسلام نظر آتے ہیں؛ ان کا دوسرا رجحان جو ناظرین کیلئے بطور "جنت نگاہ" کہا جاسکتا ہے یہ ہے کہ وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات سے کوئی خاص نتیجہ اخذ کرتے ہوئے یا کوئی خاص اثر قبول کرتے ہوئے زندگی کو فروغ دینے کے درپے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ وہ قارئین کو بھی اپنے نتائج فکر اور قلبی تاثرات سے غیر متعلق نہیں ہونے دیتے۔

زبیر صاحب نے صرف حج کے ظاہری فرائض کی ہی ادائیگی نہیں کی ہے بلکہ معلوم پڑتا ہے کہ وہ ان باطنی نعمتوں سے بھی بھرپور سیراب ہوئے ہیں جن کے حصول کی طرف فرائض حج راجع ہیں۔ چنانچہ انکے قلبی تاثرات کتاب کے ہر ایک گوشہ میں دردمندانِ محبت کے لئے ایک گونہ درد افزا ہونے کے سبب دل افروز ہیں، اللہ کرے اس "سفر شوق" کے "مقامات شوق" کے مطالعہ سے وہ اصحاب بھی جو اس لذت سے بظاہر بیگانہ ہیں مسرت دوجود ہو سکیں اور انکے طفیل میں یہ راقم الحروف بھی محروم نہ رہے۔

(ڈاکٹر) عشرت حسن انور - ایم اے، پی ایچ ڈی
استاد شعبۂ فلسفہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

تیس برس سے زیادہ مدت گزری جب میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ میرے وطن مارہرہ کی جامع مسجد میں نورِ خدا و نبی جلوہ گر ہے اور آنحضرت صلعم بھی تشریف فرما ہیں میں وہاں پہنچا تو حضورؐ نے مجھے گود میں لے لیا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس خواب کے دیکھنے کے بعد میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ مکہ مدینہ جاؤں، اپنے نبی کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور خدا کے گھر کی زیارت کروں، جس کی طرف مسلمان عمر بھر عبادت کے وقت جھکتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی اُن کے مُنہ اُسی کی طرف کر دئے جاتے ہیں۔

توفیقِ الٰہی

دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہوتے رہے مگر میرے شوق کی تکمیل کا سامان فراہم نہ ہو سکا۔ کہا جاتا ہے کہ جب نیت میں خلوص ہوتا ہے تو خدا خود میر سامان بن جاتا ہے اور جو کام کہ انسان کے بس سے باہر نظر آتا ہے وہ بھی کچھ اس طرح انجام پا جاتا ہے کہ عقل حیران رہجاتی ہے، میرے ساتھ بھی یہی ہوا کہ میرے دل کی لگن کام آگئی اور توفیق الٰہی سے مجھ میں اتنی استعداد پیدا ہو گئی کہ اپنی خالص حاجتوں کے سوا ہر خواہش کو ترک کر دیا۔ اور اپنی قلیل آمدنی میں سے کوڑی کوڑی بچا کر اس دن کا انتظار کرتا رہا کہ جب یہ قطرہ قطرہ دریا بن کر میری آرزوؤں کو سیراب کر دے بالآخر وہ دن جس کے لئے میں گھڑیاں گنا کرتا تھا آ پہونچا۔

مومن چلا ہے کعبہ کو اک پارسا کے ساتھ

مومن شاعری کی دنیا میں ایک خیالی پارسا کے ساتھ کعبہ گئے تھے، میں اس دنیا میں ایک حقیقی پارسا کے ساتھ کعبہ گیا۔ میری رفیقِ حیات ہی اس سفر میں بھی میری ساتھی تھی؛ وہ صرف نام کی زاہدہ نہیں بلکہ اُس میں نیکی اور دینداری کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ ایسی بیوی کے ہوتے ہوئے تنہا حج کی برکتیں حاصل کر لینا آئینِ محبت میں جائز نہیں ہے مگر بیوی کے جانے میں ایک دشواری پیش آئی۔ اُس وقت میری ایک بچی کی عمر ڈیڑھ برس اور دوسری صرف چار ماہ کی تھی۔ بڑا سوال یہ تھا کہ ان دونوں کو ساتھ لے جائیں یا چھوڑ جائیں۔ بالآخر میری ماں اور چند اعزا نے ان بچیوں کے رکھنے کی ذمہ داری لے لی؛ اس طرح خدا نے یہ مشکل بھی آسان کر دی۔

علی گڑھ سے روانگی

ہرچند کہ گھر بار کی ذمہ داریاں اور بال بچوں کی محبت سدِ راہ تھی مگر آتشِ شوق اتنی تیز ہو گئی تھی کہ ہم دونوں نے بچوں کی جدائی گوارا کر لی اور علائق دنیوی سے مُنہ موڑ کر خدا اور رسول کے گھر کو چل دئے۔ ۲۸ اگست ۱۹۵۱ء پیر کے دن علی گڑھ سے دہلی کے لئے اور دہلی سے ۲۹ اگست کی صبح کو بمبئی کے لئے روانہ ہوئے۔ عجب اتفاق ہے کہ پیر کے دن علی گڑھ سے چلے، پیر کو بمبئی سے جہاز پر بیٹھے اور واپس ہوئے تو پیر ہی کے دن علی گڑھ پہنچے

بمبئی سے جدّہ تک

۳۰ اگست کی شام کو بمبئی پہنچے۔ یہاں قیام کے دوران میں میرے ایک پرانے ساتھی فضل اللہ[1] صاحب فاروقی اور چند علیگ مل گئے۔ ان صاحبان کی وجہ سے جہاز میں بغیر کسی دوڑ دھوپ کے اچھی جگہ مل گئی۔ بمبئی سے ۴ ستمبر بروز بدھ جدہ کو روانہ ہوئے۔ سمندر میں تلاطم کی وجہ سے بحری سفر زیادہ خوشگوار نہیں گزرا۔ غالباً نواں دن تھا کہ جہاز سیٹی دیتا ہوا یلملم سے گزر گیا۔ یہاں سے جدہ پانچسو میل کے قریب رہجاتا ہے۔ یہ راستہ ہمارے جہاز نے کوئی بائیس گھنٹہ میں طے کیا۔ یلملم ہندوپاک کا میقات ہے میں نے اور بیوی نے یہاں احرام باندھا اور ایک نئی زندگی میں داخل ہو گئے۔ میرے لئے دو احرام تھے تاکہ ایک میلا ہو جائے تو دوسرا بدل لیا جائے۔ ان احراموں کو محفوظ کر لیا ہے اور گھر والوں سے کہہ دیا ہے کہ میرا کفن ان ہی احراموں کا بنایا جائے۔ جی چاہتا ہے کہ جن کپڑوں کو پہن کر خانہ کعبہ میں حاضر ہوا تھا اُن ہی کپڑوں میں صاحبِ خانہ کے پاس جاؤں میقات پر پہنچکر بادشاہ اپنا شاہی لباس اُتار دیتا ہے۔ فقیر اپنی کملی سے جدا ہو جاتا ہے اور دونوں ایک لنگی باندھ لیتے اور ایک چادر اوڑھ لیتے ہیں۔ یہ کفن نما لباس پہنکر حاجی ہر قسم کے جذبات اور خواہشات سے خود کو خالی کر دینے کا ارادہ کر لیتا ہے اور اپنی زبانِ حال سے کہتا ہے کہ میں نے ہر طرف سے منہ موڑ کر اُس کی طرف منہ کر لیا جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔

---

[1] فضل اللہ صاحب فاروقی مسلم یونیورسٹی لائبریری کے اورینٹل سیکشن میں کام کرتے تھے اور اب بمبئی میں اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے لائبریرین ہیں۔

لباس میں انسانی مزاج کو متاثر کرنے کی بڑی قوت ہے۔ غالباً اسی وجہ سے کعبہ کی حاضری کے لئے یہ مختصر اور سادہ لباس مقرر کیا گیا ہے تاکہ اسے پہنکر ایک طرف تو عاجزی اور نیازمندی پیدا ہو جائے اور دوسری طرف سب ایک سے نظر آنے لگیں۔ احرام پہننے کے بعد ہم سب نے لبیک کہنا شروع کر دیا اور سارا جہاز لبیک کی صداؤں سے گونجنے لگا۔ لبیک حضرت ابراہیم کی پکار کا جواب ہے۔ انھوں نے کہا تھا کہ اللہ کے بندو آؤ، اللہ کے گھر کا حج کرو۔ اس کے جواب میں ہر حاجی کہتا ہے۔ میں حاضر ہوں۔ اے خدا میں حاضر ہوں۔

جدّہ

۱۵ ستمبر جمعہ کے روز جہاز ۲۳۰۰ میل کی مسافت طے کر کے جدہ پہنچ گیا۔ جدہ[1] سعودی عرب کا سب سے مشہور بندرگاہ ہے۔ اس بندرگاہ کو حضرت عثمان نے ۲۷ھ میں مقرر فرمایا تھا۔ اس سے پہلے مکہ کا بندرگاہ شعیبہ تھا۔ مسلمانوں کی پہلی جماعت مہاجرین نے حبش کی جانب اسی بندرگاہ سے ہجرت کی تھی۔ جدہ کی آبادی اسّی ہزار ہے۔ یہ تمام اجنبی ممالک کے سفارتخانوں کا مستقر اور حکومت سعودیہ کا سیاسی اور تجارتی مرکز ہے۔ یہاں ہر معلم کی جانب سے ایک وکیل رہتا ہے جو جدہ کے دوران قیام میں حجاج کے تمام کاروبار انجام دینے کا ذمہ دار ہے۔ جدہ میں ہمارا جہاز ساحل سے کئی میل کے فاصلہ پر کھڑا ہوا تھا

---

[1] کراچی سے جدہ ۲۱۱۵ میل ہے۔

مسافر اور اسباب بذریعہ کشتیوں کے کنارے پر پہنچائے گئے۔ جہاز سے کشتی تک ایک سیڑھی لگا دی گئی۔ اس ہلتی ہوئی سیڑھی پر میں سنبھال سنبھال کر قدم رکھتا ہوا بڑی مشکل سے کشتی تک آیا۔ بیوی نے اس موقع پر بڑا ثواب کما لیا۔ ایک بوڑھی عورت کو اترنے میں بڑی دشواری ہو رہی تھی انھوں نے اس کا ہاتھ تھام کر نیچے اتارا اور وہ دعائیں دیتی ہوئی کشتی میں جا بیٹھی۔ جدہ میں ظفر جمیل[1] صاحب کے پاس قیام کیا۔

اگلے دن مغرب کے بعد جدہ سے روانہ ہوئے۔ جدہ سے مکہ ۴۶ میل ہے۔ راستہ میں کئی جگہ قہوے خانے اور سرکاری چوکیاں ہیں۔ ان چوکیوں میں ٹیلیفون لگا ہوا ہے اگر موٹر خراب ہو جائے یا کوئی اور ضرورت پیش آ جائے تو ٹیلیفون سے اطلاع کی جا سکتی ہے مکہ سے دس میل پہلے مقام شمیسی آیا۔ اس مقام کا نام حدیبیہ بھی ہے۔ یہیں ۶ھ میں آنحضرت صلعم کو عمرہ کے لئے مکہ جانے سے کفار نے روک دیا تھا۔ یہیں وہ مقام ہے کہ جہاں آنحضرت صلعم نے صحابہ سے موت پر بیعت لی تھی جو بیعت رضواں کے نام سے مشہور ہے۔ اسی جگہ صلح حدیبیہ ہوئی تھی۔ یہاں سے تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد حدود حرم شروع ہو جاتے ہیں۔ حدود حرم کی علامت کے لئے دو پختہ ستون بنا دئے گئے ہیں جو اعلام کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ حاجیوں کو آگاہ کر دیتے ہیں کہ وہ مقدس سرزمین آ گئی جہاں انسان تو انسان نباتات اور حیوانات تک کو نقصان پہنچانا بھی گناہ ہے۔

---

[1] ظفر جمیل صاحب رجسٹرار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے پرسنل اسسٹنٹ تھے اور اب جدہ میں انڈیا قونصل کے دفتر میں ہیں۔ ان کی مہمان نوازیاں شکرگزاری کے ساتھ ہمیشہ یاد رہیں گی۔

مکہ معظمہ

۱۶ ستمبر کی رات کو دس بجے مکہ معظمہ پہنچے۔ یہاں پہنچکر سب سے پہلے اپنے معلم کو لے کر حرم شریف گئے۔ جیسے ہی خانہ کعبہ پر نظر پڑی ایک محویت طاری ہو گئی۔ آج کی رات ہمارے لئے معراج کی رات تھی کہ ہم خدائے دو جہاں کے گھر میں حاضر تھے۔ کہاں بیت الٰہی اور کہاں ہم۔ یہ خدا کی دین تھی۔ اس کی نگاہِ کرم جسے چاہے سرفراز کرے۔ حرم[1] شریف میں حاضر ہو کر خانہ کعبہ کا طواف[2] کیا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی پھر بھی مطاف[3] حاجیوں سے بھرا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ کعبہ میں رات ہی نہیں ہوتی۔ رات بھر حاجی پروانوں کی طرح بیت اللہ کے گرد گھومتے رہتے ہیں اور ہر پھیرے میں اس گھر کے خدا سے دعائیں مانگتے جاتے ہیں۔ کسی پھیرے میں خدا کی بڑائی بیان کرتے ہیں کسی میں اپنی خواہشوں اور تمناؤں کو روحانی قدروں پر قربان کرنے کا عہد کرتے ہیں اس طرح قربِ حق کے منازل طے کرتے جاتے ہیں۔ طواف بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "خانہ کعبہ کا طواف بھی گویا نماز ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ تم اس میں بول سکتے ہو مگر نیک بات کے سوا اس حالت میں کچھ اور نہ بولو۔" طواف کر کے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی پھر آبِ زمزم پیا اس کے بعد باب صفا سے نکل کر باہر آ گئے اور

۱؎ حرم سے مراد وہ چہار دیواری ہے جس کے اندر خانہ کعبہ، چاہ زمزم وغیرہ واقع ہیں۔

۲؎ طواف کے سات پھیروں میں آدھے میل سے کچھ کم چلنا پڑتا ہے۔ ۳؎ طواف کرنے کی جگہ

چند قدم کا فاصلہ طے کرکے صفا[1] پر پہنچے اور سعی کی۔ سعی سے فارغ ہوکر میں نے حجامت بنوائی۔ بیوی نے اپنی چوٹی کی ایک لٹ کاٹی اور احرام اتار کر سلے ہوئے کپڑے پہن لئے

منیٰ

مکہ میں تین دن قیام کرکے حج کے ارکان ادا کرنے منیٰ[2] اور عرفات گئے۔ ۸ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا اور مکہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہوئے اور اگلے دن صبح تک یہیں رہے مکہ سے منیٰ جاتے ہوئے راستہ میں وہ پہاڑ دیکھا جہاں سے دین محمدی کا آفتاب طلوع ہوا تھا اس کا نام جبل نور ہے۔ جب تک وہ نظر آتا رہا ہم اسی کو دیکھتے رہے۔ اسی پہاڑ پر غار حرا ہے۔ یہی وہ غار ہے جہاں پر آنحضرت صلعم قبل نبوت عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی مقام پر آپ کو بارگاہ خداوندی سے منصب نبوت پر سرفراز فرمایا گیا۔ یہیں سے قرآن مجید کا نزول[3] شروع ہوا تھا جس کی ابتدا سورہ اقرا کی پانچ آیتوں سے ہوئی۔ منیٰ میں کئی مقامات قابل زیارت ہیں یہاں ایک مسجد خیف ہے اس کے صحن کے وسط میں آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع میں اپنا خیمہ نصب فرمایا تھا۔ اس مسجد کے متصل غار مرسلات ہے یہاں سورہ والمرسلات نازل ہوئی تھی۔ منیٰ میں ایک مسجد النحر ہے اسے مسجد کوثر بھی کہتے ہیں یہاں سورہ انا اعطینٰک الکوثر نازل ہوئی تھی

---

[1] صفا اور مروہ کے درمیان ۴۹۴ گز کا فاصلہ ہے۔ سعی کے سات چکروں میں دو میل سے کچھ زیادہ مسافت طے ہوتی ہے۔ یہ پہاڑیاں اب موجود نہیں ہیں چند نشانات باقی رہ گئے ہیں۔ ان کے درمیان ایک بازار ہے جسے مسعیٰ کہتے ہیں [2] مکہ سے منیٰ تین میل اور عرفات نو میل ہے [3] یہ نزول شب جمعہ ۱۸ رمضان سنہ ۱ نبوت مطابق ۱۷ اگست سنہ ۶۱۰ء ہوا تھا

عرفات

۹ ذی الحجہ (۱۲ ستمبر) جمعرات کے دن صبح نو بجے عرفات پہنچ گئے اور غروب آفتاب تک یہیں ٹھہرے۔ عرفات ایک بہت بڑا میدان ہے جس کا رقبہ تقریباً ۱۲ مربع میل ہوگا اس کے چاروں طرف پہاڑ ہیں جبل رحمت تقریباً اس میدان کے وسط میں ہے اس کی چوٹی پر ایک سفید ستون بنا ہوا ہے۔ اسی پہاڑ کے قریب وقوف کیا جاتا ہے۔ عرفات میں داخل ہونے سے پہلے ایک مسجد پڑتی ہے جس کا نام مسجد نمرہ ہے۔ عرفات میں ہر قسم کا کھانا افراط سے مل جاتا ہے۔ یہاں پانی کی بھی کوئی کمی نہیں۔ نہر زبیدہ یہیں سے ہوتی ہوئی گزر رہی ہے۔

عرفات میں مسلمانوں کے اجتماع کا حال کیا بتائیں۔ خالص توحید پرستی کا عجب پر رونق سماں ہوتا ہے۔ حاجی جذبۂ عبودیت میں سرشار نظر آتے ہیں۔ وہ اپنی گزشتہ عمر کی کوتاہیوں اور گناہوں کی خدا سے معافی مانگتے ہیں اور آئندہ مطیع و فرمانبردار رہنے کا اقرار کرتے ہیں، اس دن رحمتِ خداوندی بھی جوش میں آجاتی ہے وہ اپنے تائب بندوں

ف حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ نے یہ بشارت دی کہ عرفہ کے دن سے بڑھکر کوئی دن نہیں جس میں خدا اپنے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے آزاد کرتا ہو۔ وہ اس دن اپنے بندوں سے قریب ہوکر جلوہ گر ہوتا ہے اور اپنے بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور کہتا ہے جو انھوں نے مانگا وہ ہم نے قبول کیا" (سیرۃ النبی جلد پنجم)

آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا کہ "سب سے بڑھ کر گنہگار وہ ہے جو عرفات میں حاضر ہو اور پھر بھی یہ خیال رکھے کہ اللہ نے اسے نہیں بخشا"۔ (وقوف عرفات کے مسائل اس سفر نامہ کی تیسری جلد صفحہ ۳۲ پر دیکھئے)

کی زندگی کا رُخ خیر کی طرف موڑ دیتی ہے اس طرح حاجی کو ایک نئی حیات مل جاتی ہے۔ دنیوی اعتبار سے یہ اجتماع ایک بین الاسلامی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں ملک ملک کے مسلمان اخوت کے رشتے میں منسلک نظر آتے ہیں گویا کثرت میں وحدت کا رنگ اُبھر آتا ہے۔ عرفات میں لاکھوں مسلمانوں کا من و تو کے سوال کو مٹا کر ایک مرکز خیال پر جمع ہونا اور ایک لباس میں ایک سے کام کرنا اتنا دلکش منظر ہوتا ہے جو عمل میں خلوص اور ارادوں میں بلندی پیدا کر دیتا ہے۔

عرفات سے روانگی کی تیاری کر رہے تھے کہ بارش آ گئی اور اولے گرنے لگے۔ ہوا کے تیز جھونکوں نے خیمے گرانے شروع کر دئیے۔ ہمارا خیمہ بھی گر گیا اور عرفات کے کھلے ہوئے میدان میں سر چھپانے کی کوئی جگہ نہ رہی۔ ہم دونوں بارش میں خوب بھیگے۔ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں بھیگ جانے کی وجہ سے بیمار نہ پڑ جاؤں۔ ایک بار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی لائبریری سے گھر آتے ہوئے راستہ میں بارش آ گئی تھی۔ اُس بھیگنے کا یہ اثر ہوا کہ دو ماہ تک علیل رہا اور میرے جینے کے لالے پڑ گئے مگر عرفات کی بارش نے مجھے رتی بھر بھی نقصان نہیں پہنچایا۔

مزدلفہ

بارش رُکنے پر عرفات سے چل کر مزدلفہ پہنچے۔ مزدلفہ ایک بڑا وسیع میدان ہے جو منیٰ اور عرفات کے درمیان واقع ہے۔ یہاں سے منیٰ تین میل ہے۔ مزدلفہ میں سوائے ایک مسجد کے اور کوئی عمارت نہیں۔ اس کا نام مشعر الحرام ہے۔ عرفات سے واپسی پر مزدلفہ میں ٹھہر کر عبادت کرنے کی تاکید خدا نے ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ "جب تم عرفات

سے واپس ہو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کے ذکر میں مشغول رہو۔" مزدلفہ پہنچ کر ہم نے مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھیں۔ اس کے بعد رمی کے لئے کنکریاں چنیں[1]۔ مزدلفہ میں ساری رات حاجی عبادت میں مشغول رہے۔ بیوی رات بھر مصلے پر بیٹھی رہیں۔ آخر اس مقام پر رات کی صبح نمودار ہوئی۔ نماز صبح پڑھ کر مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہو گئے۔ راستے میں وادیٔ مُحَسِّر پڑی۔ ابرہہ[2] ہاتھیوں کی فوج لیکر جب کعبہ پر حملہ کرنے ۵۷۰ء میں آیا تھا تو اس نے اسی وادی میں قیام کیا تھا اور اس کا لشکر اسی جگہ تباہ و برباد ہو گیا تھا جس کا ذکر قرآن نے سورۂ فیل میں کیا ہے۔

پھر منیٰ میں

۱۰ ذی الحجہ (۲۲ ستمبر) کو پھر منیٰ آ گئے۔ آج ہندوستان میں عید منائی جا رہی ہو گی مگر منیٰ میں عید کا کوئی ذکر نہیں نہ یہاں عید کی نماز ہوئی۔ درحقیقت ہم حاجیوں کی عید تو کل عرفات میں ہو چکی۔ منیٰ آ کر پہلے جمرۂ عقبیٰ کی رمی[1] کی پھر قربانگاہ جا کر قربانی کی اس کے بعد میں نے سر منڈوایا۔ بیوی نے چوٹی کے چند بال کاٹے اور احرام اتار دیا۔ رات کو ۱۰ بجے مکہ گئے اور طوافِ زیارت کر کے منیٰ لوٹ آئے۔ آج منیٰ میں جو قربانی کی گئی وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادگار ہے۔ اس عظیم قربانی کا تصور کیجئے

---

[1] جو صاحب منیٰ میں ۱۲ ذی الحجہ تک قیام کریں وہ رمی کے لئے ۴۹ کنکریاں اور جو ۱۳ تک رہیں وہ ستر کنکریاں مزدلفہ سے چن کر اپنے ہمراہ لے لیں [2] ابرہہ کا حملہ واقعہ فیل کے نام سے مشہور ہے۔ اس واقعہ کو مولانا سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن جلد اول میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

کہ ایک بوڑھا باپ اپنے نوجوان بیٹے کو جو اس کی متاعِ عزیز ہے خدا کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہے اور نوجوان بیٹا باپ سے کہہ رہا ہے۔ "ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے وہ کر گزریئے۔ خدا نے چاہا تو میں ثابت قدم رہوں گا۔" اس نرالی قربانی کا ہیبتناک منظر ساری کائنات حیرت سے دیکھ رہی تھی کہ یکایک نقشہ بدل گیا۔ چھری اسمٰعیل کے بجائے دُنبے کی گردن پر تھی، خدا[1] نے حضرت ابراہیم کی نذر قبول کر لی اور اس قربانی کی یادگار قیامت تک کے لئے قائم کر دی تاکہ یہ ملت ابراہیمی کے ماننے والوں میں تسلیم و رضا اور عزم و ایثار کے جذبات کو بیدا کرتی رہے۔ اصل میں خدا کو نہ حضرت اسمٰعیل کی جان کی ضرورت تھی نہ ان جانوروں کے گوشت و پوست کی حاجت ہے جو ہر سال سنت ابراہیمی کی یادگار میں قربان کئے جاتے ہیں۔ قربانی سے صرف تقویٰ[2] کی آزمائش مقصود ہے۔ چنانچہ قرآن نے کہا ہے "خدا کے پاس قربانیوں کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا۔ اس کے پاس تمہارا التقویٰ پہنچتا ہے۔" قربانی کی یہ حقیقت حضرت جنید بغدادی نے بڑی خوبی سے واضح فرمائی ہے۔ انھوں نے ایک حاجی سے پوچھا کہ "قربانی کرتے وقت اپنے نفس کی گردن پر بھی چھری چلائی تھی"۔ اس نے جواب دیا "یہ تو نہیں کیا تھا"۔ حضرت نے ارشاد فرمایا "پھر تم نے قربانی ہی نہیں کی"۔

---

[1] "ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا، ہم نیک بندوں کو اسی طرح اچھا بدلہ دیا کرتے ہیں" (قرآن)

[2] "تقویٰ انسان کے قلب کی وہ کیفیت ہے جس سے دل میں تمام نیک کاموں کی تحریک اور برے کاموں سے نفرت ہوتی ہے۔ آپ نے ایک دفعہ سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ کی جگہ یہ ہے اور قرآن نے بھی دلوں کا تقویٰ کہہ کر اسی نکتہ کو کھولا ہے"۔ (سیرۃ النبی جلد پنجم)

۱۱، ۱۲ ذی الحجہ (۳، ۴ ستمبر) کو بھی ہم نے منیٰ میں قیام کیا اور تینوں دن رمی جمار کی رمی کرتے رہے۔ رمی جمار کا تعلق اس واقعہ سے ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو قربانی کے لئے لے چلے تو راستہ میں تین جگہ شیطان نے اُن کو بہت بہکانے کی کوشش کی۔ انھوں نے شیطان کے کنکریاں ماریں۔ انھیں تینوں مقامات پر منیٰ میں تین ستون بنے ہوئے ہیں۔ عام لوگ انھیں بڑا منجھلا اور چھوٹا شیطان کہتے ہیں۔ ان شیطانوں کے کنکریاں مارنا رمی جمار کہلاتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی ریاضت ہے جو نفسانی خواہشوں اور شیطانی وسوسوں پر قابو پانے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے شیطانوں کے کنکریاں مارنے کی مشق تین چار دن برابر کرائی جاتی ہے تاکہ حاجیوں کے دل پر شیطانی قوتوں کے خلاف نفرت کے نقوش خوب گہرے پڑ جائیں۔ کیونکہ شر کی قوت سے نفرت جتنی زیادہ ہوگی اسی قدر دل نیکی کی طرف مائل ہوگا۔

ارکانِ حج کی غایت کیا ہے

بارھویں ذی الحجہ کو نماز ظہر کے بعد رمی کرکے ہم دونوں مکہ معظمہ واپس آ گئے خدا کا شکر ہے کہ ارکانِ حج ادا ہو گئے۔ ان ارکان کی اصلی غرض خدا کو یاد کرنا اور قلبی جوہر کو چمکانا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ "کنکری مارنے۔ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے۔ خانہ کعبہ کا طواف کرنے کا مقصد خدا کی یاد قائم کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے" حج کے ارکان جن مقامات پر ادا کئے جاتے ہیں وہاں خدا کی رحمت و برکت کے معزز نشانات اور رسولوں کے مقدس اعمال کی محترم یادگاریں ہیں یہی وہ سرزمین ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ

نے توحید کا مرکز بنایا اور ملتِ ابراہیمی کی بنیاد ڈالی تھی۔ اسی جگہ دینِ محمدی کی ابتدا ہوئی تھی اور یہیں آنحضرت صلعم نے خدا اور بندے کے ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑے تھے۔ یہ عظیم الشان روحانی حقیقتیں حاجی کے ایمان کو تازہ کر دیتی ہیں۔ اُسے جب خیال آتا ہے کہ یہاں میں نے اپنے آپ کو اُس بلند و برتر قوت کے سپرد کر دیا جو سارے جہاں کی مالک ہے تو پھر دنیا کی ہر طاقت اُسے ہیچ نظر آنے لگتی ہے۔

آیئے کعبہ چلیں

خدا کے فضل و کرم سے ہم نے حج کر لیا اور عمر بھر کی تمنا پوری ہو گئی۔ ہمارے جن ناظرین کو یہ سعادت ابھی نہیں ملی ہے وہ عالمِ خیال میں ہمارے ساتھ کعبہ چلیں۔ یہ حرم شریف ہے۔ اس میں جانے کے لئے بائیس دروازے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور باب السلام ہے۔ اس دروازے سے داخل ہوں تو سامنے خانۂ کعبہ سیاہ غلاف[1] میں نظر آتا ہے۔ اس کے گرداگرد ایک گول راستہ بنا ہے جس کو مطاف کہتے ہیں۔ اس کے بعد ایک وسیع صحن ہے اس میں پتھر کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں بچھی ہوئی ہیں۔ صحن کے کناروں پر چاروں طرف کئی کئی درجے کے کشادہ اور عالی شان دالان ہیں۔ اب ہم مسجد حرام کے

---

[1] کعبہ پر سب سے پہلے یمن کے بادشاہ تبع نے یمنی چادروں کا غلاف چڑھایا تھا۔ یہ بادشاہ اسلام سے سات صدی قبل گزرا۔ پھر جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلعم نے یمنی چادر کا غلاف چڑھایا تھا۔ اس کے بعد سلاطین اسلام کعبہ پر غلاف چڑھانے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔

اندر ہیں۔ یہ تمام دنیا کی مسجدوں کی ماں ہے۔ یہاں آنے والوں کو خدا کی رحمتیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہیں۔

خانۂ کعبہ کو دیکھئے یہ ہماری قومی وحدت کا نشان ہے۔ اس کا دیکھنا خدا کا دیدار کر لینے کے برابر ہے۔ یہ دنیا میں خدا کی تجلیوں کا مرکز ہے۔ اس کی زیارت کا اثر سورج کی کرنوں کی طرح ہر زائر پر اس کی صلاحیت کے مطابق پڑتا ہے۔ ایک عامی کی نظر کعبہ کے در و دیوار تک محدود رہتی ہے۔ ایک صاحب فہم کعبہ میں پہنچکر جب خدا کی قدرتوں پر غور کرتا ہے تو اس کے فکر و نظر کی قوتیں از سر نو بیدار ہو جاتی ہیں۔ ایک عارف کی نظر کعبہ کے در و دیوار سے گزر کر اس حقیقت مطلق کو پالیتی ہے جو ساری موجودات کی اصل روح ہے۔ اس روح کی ایک ہلکی سی جھلک کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کی ساری باطنی قوتیں اُجاگر ہو جاتی ہیں اور ایک خاک کے پتلے کے سامنے قدرت کے وہ راز کھل جاتے ہیں جن کو سمجھنا اہل خرد کے بس میں نہیں ہے۔

خانۂ کعبہ کی عظمت اور بزرگی کو زبان اور قلم بیان کرنے سے عاجز ہے۔ اس نے سارے جہاں کے مسلمانوں کو وحدت کی ایک مالا میں پرو لیا ہے۔ مسلمان دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوں عبادت کے وقت منہ اسی کی طرف کر لیتے ہیں۔ نماز کے اوقات میں ہوا کے دوش پر فضا میں جاکر دیکھیں تو دنیا کی ہر سمت سے مسلمان کعبہ کی طرف سر نگوں نظر آئیں گے۔ کعبہ کی بزرگی کا یہ منظر آسمان اور زمین ہزاروں برس سے دیکھ رہے ہیں ان دونوں سے پوچھئے کیا دنیا میں کوئی اور ایسا معبد ہے جس کی طرف روزانہ پانچ بار کروڑوں انسانوں کی گردنیں جھک جاتی ہوں۔

قرآن کا بیان ہے کہ کعبہ دنیا میں سب سے پہلا گھر ہے جو عبادت الٰہی کے لئے تعمیر کیا گیا۔ تاریخ کہتی ہے کہ "وہ دنیا کے تمام معبدوں سے قدیم[1] اور اشرف ہے"۔ حضرت ابراہیم[2] علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو اُس زمانہ میں تعمیر کیا تھا جب ہندوستان میں بھی کوئی مندر[3] نہ تھا اور نہ بودھ مت کی ابتدا ہوئی تھی۔ رحمۃ للعالمین کے مصنف نے لکھا ہے کہ کعبہ کی تعمیر یروشلم کی تعمیر سے تقریباً نو سو کبیس سال اور حضرت مسیح سے ایک ہزار نو سو اکتیس سال پیشتر کی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد کعبہ کی تعمیر کوئی سات بار ہوئی۔ موجودہ عمارت سلطان مراد خاں کی نے ۱۰۳۹ھ میں بنوائی تھی۔ اس کا طول پچیس گز، عرض بیس گز اور اونچائی ستائیس گز ہے۔

---

[1] کارلائل کی ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ [2] ابراہیمی تعمیر کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ نہ کواڑ تھے اور نہ چھت۔ اس کا طول ۳۲ گز، عرض ۲۲ گز، اونچائی ۹ گز تھی [3] رمیش چندر دت اپنی کتاب سولیزیشن آف اینشینٹ انڈیا میں لکھتے ہیں "ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور جو ویدک کا ابتدائی زمانہ ہے مسیح سے چودہ سو برس سال پیشتر تک کا زمانہ تھا اور اس دور میں کوئی مندر نہ تھا"۔ (بحوالہ سبیل الرشاد)

کعبہ کی قدامت زمانی کے متعلق دو بیانات اور پڑھئے (۱) مولانا سید محمد سلیمان اشرف نے الحج میں لکھا ہے

اسلامی مورخین کا اتفاق ہے کہ خانہ کعبہ کو پہلی بار فرشتوں نے دوسری بار حضرت آدمؑ نے۔ تیسری مرتبہ حضرت شیثؑ نے تعمیر کیا۔ زمانہ کے امتداد نے بناروں کی صنعت کو شکستہ و مضمحل کر دیا لیکن اس بقعہ پاک میں کوئی تغیر نہ آیا اب ابراہیم خلیل کو حکم ہوا اور آپ نے اُسی بنیاد پر تعمیر شروع فرمائی"۔

(ب) مولانا قاری سعید احمد ــــــ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے معلم الحجاج میں لکھا ہے۔

"سب سے پہلے جب آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے جا کر حج کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ فرشتے اس بیت کا طواف تم سے سات ہزار سال پہلے سے کرتے ہیں"۔

یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا کہ خانۂ کعبہ کے ابراہیمی در و دیوار اب موجود نہیں ہیں مگر اس تعمیر کی یادگار حجرِ اسود باقی رہ گیا ہے۔ اسی سے طواف شروع کیا جاتا ہے۔ رکنِ اسود[1] سے رکنِ عراقی کو جاتے ہوئے آپ کے بائیں طرف **ملتزم**[2] پھر **بابِ کعبہ**[3] پڑے گا۔ اس سے آگے دیوارِ کعبہ کے قریب ایک **حوض**[4] ملے گا۔ رکنِ عراقی پر جب آپ پہنچیں گے تو بائیں جانب کعبہ کی شمالی دیوار پر سونے کا ایک پرنالہ نظر آئے گا جسے **میزابِ رحمت**[5] کہتے ہیں۔ رکنِ عراقی سے جب آپ رکنِ شامی کی طرف چلیں گے تو بائیں طرف **حطیم**[6] پڑے گا۔ حطیم کے پاس سے گزرتے وقت سیدھی جانب مطاف کے کنارے آپ کو ایک عمارت[7] نظر آئے گی۔ اس سے آگے بڑھ کر بائیں طرف رکنِ شامی آ جائے گا۔ اس کے بعد رکنِ یمانی کے سامنے سے ہوتے ہوئے آپ پھر رکنِ اسود پر پہنچ جائیں گے۔ خانۂ کعبہ کے گرد ایک چکر پورا ہو گیا۔

ف۱۔ خانۂ کعبہ کے چار گوشے ہیں جن کو ارکان کہتے ہیں۔ شمالی مشرقی گوشہ کا نام عراق کی طرف ہونے کی وجہ سے رکنِ عراقی ہے۔ مغربی شمالی گوشہ رکنِ شامی اور جنوبی مغربی گوشہ رکنِ یمانی کہلاتے ہیں کیونکہ وہ شام اور یمن کی جانب ہیں۔ مشرقی جنوبی گوشہ کو رکنِ اسود کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس گوشہ میں حجرِ اسود زمین سے پانچ فٹ کی بلندی پر نصب ہے۔ ف۲۔ خانۂ کعبہ کی دیوار کا وہ حصہ جو حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کے درمیان ہے ملتزم کہلاتا ہے۔ ف۳۔ خانۂ کعبہ کے دروازہ کا رخ مشرق کی جانب ہے اس کا فاصلہ حجرِ اسود سے دس بالشت ہے اور یہ زمین سے چھ فٹ اونچا ہے۔

(ف۴ تا ف۷ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

خانۂ کعبہ کے شرقی جانب مطاف کے کنارے مقامِ ابراہیم[۱] ہے۔ اس کے متصل چاہ زمزم[۲] ہے۔ یہ ایک کمرے کے اندر ہے جس میں سنگ رخام کا فرش بچھا ہوا ہے۔ یہ متبرک کنواں اس جگہ واقع ہے جہاں ہزاروں برس پہلے ننھے اسمٰعیل پیاس کے مارے تڑپ رہے تھے اور ان کی ماں حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کے درمیان[۳] چکر لگا رہی تھیں۔ یکایک خدا کی قدرت کا جلوہ نظر آیا۔ پتھر کا سینہ شق ہو گیا اور حضرت اسمٰعیل کے قریب پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔

طواف کے بعد اگر سعی کرنے کا ارادہ ہو تو حرم شریف کے دروازہ باب الصفا سے نکل کر باہر آئیے۔ اس دروازہ سے صفا پہاڑ قریب ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴)

[۴] اس حوض کا نام معجنۂ ابراہیم ہے یعنی ابراہیم کے گارا بنانے کی جگہ۔ تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم اس میں گارا بناتے تھے۔ یہ ایک فٹ گہرا اور تقریباً آٹھ مربع فٹ ہے۔

[۵] کہا جاتا ہے کہ میزاب رحمت کے نیچے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل مدفون ہیں۔ حضرت ابراہیم الخلیل کا مزار قصبہ میں ہے جو یروشلم سے تقریباً تیس میل ہے۔

[۶] حطیم اس حصۂ زمین کا نام ہے جو کعبہ کی شمالی دیوار کے قریب ایک قوسی دیوار سے گھرا ہوا ہے۔ سنگ مرمر کی یہ دیوار قد آدم بلند ہے۔ حطیم میں جانے کے لئے دونوں طرف راستے ہیں۔ حطیم کعبہ کی عمارت خلیلی میں شامل تھا۔ جب قریش نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تو سامان تعمیر کم ہو جانے کی وجہ سے اس حصہ کو خانہ کعبہ سے علیحدہ کر دیا۔ حطیم دراصل خانہ کعبہ کا ایک حصہ ہے۔ اس میں نماز پڑھنا گویا خانہ کعبہ میں نماز پڑھنا ہے۔

[۷] اس میں پہلے حنفی مصلے تھا۔ یہ عمارت اس مقام پر ہے جہاں دارالندوہ تھا۔ پانچویں صدی عیسوی میں قصی بن کلاب نے دارالندوہ کو بنایا تھا۔ یہ مکہ کا کونسل ہال تھا۔ سب انتظامی امور اسی میں طے ہوتے تھے۔ دارالندوہ میں بیٹھ کر عرب کے چیدہ سرداروں نے آنحضرت صلعم کے قتل کے منصوبے بنائے تھے۔ تجویز یہ تھی کہ ہر قبیلہ کا ایک جوان منتخب کیا جائے۔ یہ لوگ رات کے وقت آنحضرت صلعم کے گھر کو گھیر لیں اور جب صبح کی نماز کے لئے جب نکلیں تو سب لوگ آپ پر وار کریں لیکن آنحضرت صلعم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور کفار قریش کی ساری تدبیریں خاک میں مل گئیں۔

(حاشیہ صفحہ ۲۵ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

مکہ پر ایک نظر

مکہ کا اصلی نام بکہ ہے۔ قرآن میں اس کا نام ام القریٰ بھی آیا ہے۔ درحقیقت یہ شہر ساری آبادیوں کی ماں ہے۔ اسی کے بطن سے توحید کا چشمہ جاری ہوا جو آج بھی کروڑوں فرزندانِ آدم کی روحانی اور اخلاقی زندگی کو سیراب کر رہا ہے۔ مکہ میں لوگ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے زمانہ سے آباد ہونے شروع ہوئے۔ یہ خیموں اور جھونپڑیوں میں رہتے تھے۔ پانچویں صدی عیسوی میں جب قصی نے مکہ میں پختہ مکانات بنائے اُس وقت سے یہاں کی آبادی بڑھتی گئی اور اب اس کی آبادی ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ مکہ کی عمارتیں بہت بلند اور کئی کئی منزل کی ہیں، اب نئی طرز کی عمارتیں بھی بن رہی ہیں اور مکہ کی رونق میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ شہر چاروں طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اسی وجہ سے یہاں کی عمارتیں دور سے نظر نہیں آتیں۔ مکہ کے پہاڑوں میں ایک پہاڑ جبل ابو قبیس ہے۔ یہ آبادی کے اندر ہے اور حرم شریف میں سے نظر آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خدا نے سب سے پہلے اس پہاڑ کو پیدا کیا تھا۔ اس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے حج کی منادی کی تھی۔ ابتدائے اسلام میں حضرت بلالؓ اسی پہاڑ پر کھڑے ہو کر اذان

(حاشیہ صفحہ ۲۵)

۱ مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم کعبہ کی تعمیر کرتے تھے اور اس پتھر کی خصوصیت یہ تھی کہ جب حضرت ابراہیم گارا وغیرہ لینے کے لئے جھکتے تو یہ پتھر نیچا ہو جاتا اور جب کھڑے ہوتے تو یہ اونچا ہو جاتا تھا۔ اس پر حضرت ابراہیم کے پاؤں کے نشانات موجود ہیں۔ یہ ایک جالیدار قبہ میں رکھا ہوا ہے اس عمارت کو مجازاً مقام ابراہیم کہتے ہیں۔

۲ چاہ زمزم کا فاصلہ دیوار کعبہ سے ۳۲ گز ہے۔ کنواں ۷ گز گہرا ہے اس کی من زمین سے ۲½ گز اونچی ہے

دیا کرتے تھے۔ اس جگہ ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔ مکہ کے مقدس مقامات میں ایک جبل ثور بھی
ہے۔ یہ مکہ سے چھ میل دور یمن کے راستہ پر واقع ہے۔ اسی پہاڑ پر وہ غار ہے جہاں

آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ نے بوقت ہجرت تین دن قیام کیا تھا۔ حرم شریف سے تھوڑے
فاصلہ پر مکہ کا قدیمی قبرستان جنت المعلیٰ ہے۔ اس میں حضرات عبدالمطلب اور ابوطالب مدفون
ہیں۔ اسی میں حضرت خدیجہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے مزارات ہیں۔

اہل مکہ کی سماجی حالت دیکھنے کا بہت کم موقع ملا۔ کیونکہ حج کے زمانہ میں بیرونی
مسلمانوں کی تعداد مقامی باشندوں سے کئی گنی زیادہ ہو جاتی ہے اس وجہ سے مکہ کی اصلی
معاشرت کا پتہ چلانا بہت دشوار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سیاح اور حاجی میں فرق بھی ہے
سیاح اوپری نظر سے اشیاء کو دیکھتا ہے اور حاجی کی نظر اُن تاروں کو ڈھونڈنے
میں لگی رہتی ہے جس سے زندگی بنتی سنورتی اور اجاگر ہوتی ہے۔ مکہ میں رہ کر جو
کچھ دیکھ سکے اس سے یہ اندازہ ہوا کہ یہاں کے رہنے والے خوش پوش اور خوش
خوراک ہیں۔ جب کوئی ان کے یہاں جاتا ہے تو کم از کم چائے ضرور پلاتے ہیں۔ اُن کے
اخلاق کے بارے میں مشہور مورخ فلپ نے لکھا ہے کہ "یورپین اخلاقی نظام سے جو
مسیحیت پر مبنی ہے میں عربوں کے اخلاقی معیار کو زیادہ بلند سمجھتا ہوں۔"

مکہ کے بازاروں میں اچھے سے اچھے خشک اور تر میوے طرح طرح کے پھل
ہر قسم کی ترکاریاں بیسیوں قسم کے برتن موتی اور ریشمی کپڑے غرض ہر قسم کی چیزیں ملتی ہیں۔ حاجیوں کی آسانی
کے لئے جگہ جگہ روپیہ کے تبادلہ کی دکانیں بھی کھلی ہوئی ہیں۔ مکہ کے بازاروں کی ایک خاص
خصوصیت یہ ہے کہ یہاں چور بازاری کا ذکر سننے میں نہیں آیا اور عام معیار دیانت کا

بلند ہے کہ دوکاندار اپنی دوکانوں کو کھلا ہوا چھوڑ کر نماز کے لئے چلے جاتے ہیں۔ ناظرین کہیں یہ خیال نہ کریں کہ مکہ میں ہر چیز کی یہ کثرت موجودہ تہذیب و تمدن کی بدولت ہے

آج سے سات سو برس پہلے جب محمد ابن جبیر اندلسی مکہ آیا تھا اُس وقت بھی یہاں میوہ اور غلّہ کی کمی نہ تھی۔ اُس نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ "مکہ میں میوے اور غلّہ کی وہ افراط ہے جو کسی اور جگہ نہ ہوگی ہم کو خیال تھا کہ اندلس ان چیزوں کے حق میں تمام ممالک سے بہتر ہے لیکن یہاں کے میووں کی خوبی اور فراوانی نے وہ خیال رد کر دیا۔" سائنس کے اس موجودہ دور میں ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ مکہ میں سامانِ زندگی کی یہ بہتات دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے ہے۔ مکہ کے بنجر اور ویران مقام پر اپنی اولاد کو بساتے وقت انھوں نے یہ دعا مانگی تھی۔ "پروردگار[1] میں نے اپنی نسل کے ایک حصہ کو تیرے اس عزت والے گھر کے پاس اس بے آب و گیاہ وادی میں لا بسایا ہے تاکہ یہ نماز کا نظام قائم کریں۔ سو اے رب تو لوگوں کے دلوں میں ایسا شوق ڈال کہ وہ ان کی طرف کھنچ کر آئیں اور ان کو پھلوں سے رزق پہنچا۔ امید ہے کہ یہ تیرے شکرگزار بنیں گے۔"

---

[1] قرآن۔ ابراہیم ۶

مکہ میں ہمارا قیام

ہمارا ارادہ تھا کہ حج کے بعد تھوڑے دن مکہ میں رہکر مدینہ چلے جائیں لیکن معلم نے بتایا کہ یہاں آنے کے بعد ہم اپنے ارادوں کے مالک نہیں رہے اور حکومت کی اجازت کے بغیر مکہ سے باہر نہیں جا سکتے۔ یہ سنکر خوشی ہوئی چونکہ جس سعادت سے ہمیں دنیاوی تقاضے محروم کرنا چاہتے تھے وہ اب بزور بخشی جا رہی تھی۔ مکہ میں ہمارا قیام ایک مہینہ رہا۔ اس عرصہ میں روزانہ حرم شریف جاتے اور دن میں کئی کئی بار کعبہ کا طواف کرتے۔ طواف کے بعد میں اور بیوی صحنِ حرم میں بیٹھے ہوئے گھنٹوں کعبہ کو تکتے رہتے تھے۔ ہمیں یہ تجربہ ہوا کہ کعبہ کو دیکھنے سے ذہنی پریشانیاں اور وسوسے دور ہو جاتے ہیں۔ متفکر اور افسردہ دل کو سکون مل جاتا ہے۔ حرم کی حاضریوں کے دوران میں حجر اسود کو چومنے کا موقع روزانہ نہیں ملتا تھا۔ لوگ ہر وقت اس کے گرد جمع رہتے تھے اور کسی کو دھکے دے کر اپنے لئے جگہ نکالنا ہمیں اچھا نہ معلوم ہوتا تھا۔ بڑی کوشش کے بعد کبھی کبھی ہم دونوں کو اس کے چومنے کی سعادت مل جاتی تھی۔ حجر اسود[1] ایک جنتی پتھر ہے۔

---

[1] شیخ محمد اکرام نے آب کوثر میں مولانا آزاد بلگرامی کی تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "مولانا آزاد نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ جب حضرت آدم جنت سے نکلے تو حجر اسود ان کے ساتھ تھا اور آج یہی پتھر لنکا اور جنوبی ہندوستان سے ہوتا ہوا مسلمانوں کی مقدس ترین عمارت (خانہ کعبہ) میں نصب ہے"

اس کی تقدیس کے لئے یہی کیا کم ہے کہ آنحضرت صلعم اسے بوسہ دیا کرتے تھے۔ بنا بریں اس پتھر کو ایک مقدس یادگار سمجھتے ہیں۔ اسلام نے یادگاروں کی تعظیم کرنے کی اجازت دیتے ہوئے تبرک اور تعبد کا فرق قائم رکھا ہے۔ اس فرق کی ایک مثال حضرت ابوبکرؓ کے قول میں ملتی ہے۔ انھوں نے حجر اسود کے پاس کھڑے ہوکر کہا "مجھے معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ فائدہ۔ اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلعم تجھے چومتے ہیں تو میں تجھے نہ چومتا۔"

ایک دن میں اور بیوی معلم کے ساتھ حرم شریف جا رہے تھے۔ راستہ میں معلم نے ایک بڑا شاندار مکان دکھلاتے ہوئے کہا کہ یہ اس زمین پر ہے جہاں کبھی حضرت خدیجہؓ کا مکان تھا جس مکان میں آنحضرت صلعم پیدا ہوئے تھے وہ بھی اب موجود نہیں ہے مگر آپ کی مکی زندگی کے نقوش بدستور قائم ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ جب دنیا وی بے سروسامانی ہو اور گرد و پیش کے حالات سازگار نہ ہوں تو ایسے وقت میں حیات کی ضامن اخلاقی جرأتیں اور عزم و ثبات کی قوتیں ہوا کرتی ہیں۔

مکہ کے قیام کا ایک قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ یہاں بیوی نے ایک بڑے پرانے مرض سے صحت پائی۔ تقریباً ستر برس سے اُن کے منہ میں ورم تھا جس کی وجہ سے وہ مرچ بالکل نہ کھا سکتی تھیں کسی علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ مکہ میں بغیر کسی دوا کے خود بخود بیوی کا منہ اچھا ہوگیا اور اب تیز سے تیز مرچ کھانے میں ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ سچ تو یہ ہے کہ حج کے زمانہ میں خدا کی نوازشوں اور بخششوں کا ایک دریا موجزن ہوتا ہے۔ مانگئے اور ملے گا۔

۱۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء تک مکہ معظمہ میں قیام رہا اس دوران میں مسجد حرام میں نمازیں پڑھتے رہے۔ مسجد حرام کی نمازیں بڑی ایمان افروز ہوتی ہیں۔ ان میں اسلامی وحدت کی ایک شان نظر آتی ہے۔ حنفی۔ مالکی۔ حنبلی۔ شافعی سب ایک امام کے پیچھے ایک ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ مسجد حرام میں جہاں چاہو نماز پڑھو برابر کا ثواب ملتا ہے لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے ہر جگہ امام کی آواز صاف سنائی دیتی ہے مگر ہمارا دل حرم میں ایسی

جگہ نماز پڑھنے کے لئے بے چین رہتا تھا جہاں ہمارے اور کعبہ کے درمیان کوئی اور حائل نہ ہو۔ حج کے زمانہ میں حرم کے اندر ایسی جگہ ملنا آسان نہیں ہے اس لئے ہم نماز کے وقت سے بہت پہلے آکر دیوار کعبہ کے پاس بیٹھ جاتے اور پھر جب نماز پڑھتے تو یہ محسوس ہوتا کہ خدا کے آگے سر نیاز جھکائے ہوئے ہیں

معراج کی ہے حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں

مکہ سے مدینہ تک

ہر لحظہ نیا طور، نئی برقِ تجلّے
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز منگل خدا کے گھر سے ہم رسولِ خدا کے آستانہ کو روانہ ہوئے۔ مکہ سے مدینہ [1] تک بڑے پُر پیچ اور ناہموار راستے طے کئے۔ کہیں ریگستان پڑے کہیں پہاڑوں کا سلسلہ در سلسلہ تھا مگر مدینہ جانے کے شوق میں نشیب و فراز سے اطمینان کے ساتھ گزر گئے۔ مدینہ کے راستے کی یہ خصوصیت دیکھی کہ لق و دق اور ویران میدانوں میں رات کے وقت بھی ایک پا پیادہ اور تنِ تنہا مسافر بے خوف و خطر سفر کر سکتا ہے۔ راستے میں کوئی آٹھ منزلیں پڑیں۔ ہر منزل پر چائے اور کھانے پینے کی ضروری چیزیں مل گئیں۔ آخری منزل ذوالحلیفہ سے مدینہ چھ میل رہجاتا ہے۔ یہاں سے چلنے کے بعد ہم دونوں مدینہ کی سمت پُر شوق نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ یکایک دور فضا میں آسمان سے باتیں کرتا ہوا گنبد خضرا نظر آیا۔ وہ مسجد نبوی کے میناروں میں ایک نگینہ کی طرح ہی جو دور سے زائر کو بتا دیتا ہے کہ مدینہ آ گیا۔

---

[1] مکہ سے مدینہ ۲۸۱ میل ہے۔

دو گدائے بینوا رسولِ خدا کی بارگاہ میں

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

۱۹ اکتوبر بروز جمعہ نمازِ ظہر کے قریب مدینہ منورہ پہونچے۔ خوش قسمتی سے مسجد نبوی کے قریب تیار آبادی رباط میں ٹھہرنے کی جگہ مل گئی۔ وہاں سامان رکھ کر سیدھے حمام گئے۔ غسل کر کے اور کپڑے بدل کر بارگاہِ نبوی کی آستاں بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ مسجد نبوی کے دروازے پر پہونچکر جذبات کا اس قدر ہجوم ہو گیا کہ اپنے آپ کو سنبھالنے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے وہاں رُک جانا پڑا اور پھر بڑے ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ روضہ کی جالیوں کے سامنے پہونچکر پہلے آنحضرت صلعم کی بارگاہ میں سلام پیش کیا اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی جناب میں سلام عرض کیا۔ آج کا دن میری اور بیوی کی زندگی کا سب سے بڑا دن تھا آج ہمیں وہ سعادت ملی جو خدا ہر مسلمان کو نصیب کرے۔ مدتیں گزریں جب آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا تھا اس کی تعبیر آج پوری ہوئی۔

روضہ اقدس کی جالیوں کے پاس کھڑے ہوکر ہم نے جستجو آمیز نظریں اندر ڈالیں مگر ایک غلاف پوش عمارت کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ معلوم ہوا کہ قبر شریف

کئی پردوں[1] میں ہے۔ جالیوں کے بعد ایک محرابی احاطہ ہے۔ اس کے بعد ایک سنگی عمارت ہے۔ عمارت کے اندر حجرہ عائشہ صدیقہ ہے اور حجرہ میں آنحضرت صلعم[2] حضرات ابوبکر رضہ[3] و عمر رضہ[4] آرام فرما رہے ہیں۔ زیارت کرتے ہوئے جب حضور کی بالین مبارک کی طرف پہونچے تو مزور[5] نے کہا کہ یہاں سے منبر نبوی تک جو مسجد کا حصہ ہے اسے جنت[6] کی کیاری کہتے ہیں یہاں آنا گویا جنت میں داخل ہوجانا ہے۔

---

[1] قبر شریف جہاں ہے وہ اصل میں حجرہ عائشہ تھا۔ حضور کی وفات کے بعد حضرت عائشہ اسی حجرہ میں رہیں۔ حضرت عائشہ کا انتقال ۱۷ر رمضان ۵۸ھ کو ہوگیا۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک یہ حجرہ زیارت کا خلائق بنا رہا۔ مگر ۸۸ھ سے اس میں داخلہ بالکل بند ہوگیا۔ اسی سال خلیفہ ولید کے حکم سے حجرہ عائشہ کے گرداگرد ایک پختہ عمارت بنا دی گئی اور اس میں کوئی دروازہ نہ رکھا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس عمارت کے چاروں طرف ایک اور احاطہ پتھر کے ستونوں اور محرابوں کا بنا دیا گیا اس احاطہ کے بعد کچھ فاصلہ چھوڑ کر پیتل کی جالیاں لگا دی گئیں ان جالیوں میں تین دائرے بنے ہیں جہاں کھڑے ہوکر زائر سلام پڑھتے ہیں ان کا رخ جنوب کی طرف ہے اور مدینہ سے قبلہ کی سمت بھی جنوب میں ہے۔

[2] آنحضرت صلعم کی وفات ۱۲ر ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ مطابق ۸ر جون ۶۳۲ء کو ہوئی۔ عمر شریف یعنی ۶۳ سال کی تھی [3] حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ۱ر جمادی الثانی ۱۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء کو ہوا۔ عمر ۶۳ سال کی پائی [4] حضرت عمر کا انتقال ۶۳ سال کی عمر میں ۲۷ر ذی الحجہ ۲۳ھ کو ہوا۔

[5] جیسے مکہ میں معلم ہیں اسی طرح مدینہ میں ایک جماعت ہے جو زائرین کے قیام کا انتظام کرتی ہے اور روضۂ نبوی کی زیارت کراتی ہے انھیں مزور کہتے ہیں۔ [6] (اگلے صفحہ پر دیکھئے)

آنحضرت صلعم کی بارگاہ میں سلام پیش کرکے قیام گاہ پر آ گئے اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر آرام کیا۔ اتنے میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ نماز پڑھنے مسجد نبوی گئے اور مغرب کی نماز تک وہیں رہے۔ پھر عشاء کی نماز بھی مسجد نبوی میں جا کر پڑھی۔ ہر نماز کے بعد روضۂ اقدس پر حاضری دی اور سلام پڑھا۔ حاضری کے وقت ہمارے سامنے آنحضرت کی سیرت کی جیتی جاگتی تصویر پھر جاتی تھی۔ قوموں کو ترقی اور عروج حاصل کرنے میں برسوں لگ جاتے ہیں یہ حضور ہی کی ذات عالی کا اعجاز تھا جس نے ایک قلیل عرصہ میں عرب کی پسماندہ اور جاہل قوم کو علم دوست اور علم پرور بنا دیا اور اس میں اتنی قوت پیدا کر دی کہ بدر کے میدان میں کفار کے لشکر جرار کو اس نے شکست دیدی اور ہزاروں سال پرانی ساسانی اور بازنطینی سلطنتوں کی بنیادیں ہلا دیں۔ روضۂ اقدس پر آکر زائر کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے سب سے بڑے انسان کی بارگاہ میں حاضر ہے جس کی تعلیم آن واحد میں دلوں کو پھیر دیتی ہے۔ یہ احساس جتنا شدید ہوتا ہے اسی قدر دل میں نیا جوش نیا ولولہ اور نیا عزم پیدا ہو جاتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۳۴) آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے "میرے مکان (یا میری قبر) اور میرے منبر کے درمیان جو کچھ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ "یہ حصہ زمین بہشت سے لایا گیا ہے جیسا کہ حجر اسود"۔ بعض نے کہا ہے کہ "یہ ٹکڑا حقیقتاً جنت ہی کا ٹکڑا ہے اور قیامت کے دن یعنی جنت کی طرف اٹھا لیا جائیگا"

(حاشیہ صفحہ ۳۵) یہ ہی مسلمان آگے چل کر قرون وسطیٰ میں یورپ کو ایسے ذہنی تاثرات کے منتقل کرنے کا وسیلہ بنے جنھوں نے مغربی دنیا کو بیدار کرکے نشاۃ جدید کی شاہراہ پر گامزن ہونے کے قابل بنا دیا (پروفیسر حتی)

ایک معجزہ

مدینہ آنے کے بعد سے ہمیں عہد نبوی کے واقعات ایک ایک کر کے یاد آرہے تھے۔ آنحضرت صلعم کی ذات اقدس کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ حضور کا روضۂ اطہر ہمیشہ آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رہا۔ ۶۵۴ھ میں مسجد نبوی کی عمارت آگ سے بالکل جل گئی پھر ۸۸۶ھ میں بجلی کے گرنے سے مسجد منہدم ہو گئی مگر آپ کی تربت کو بجلی نے ذرہ برابر بھی کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ سلطان نورالدین شہید کے عہد حکومت میں دو عیسائیوں نے آنحضرت صلعم کے جسم مبارک کو قبر سے نکال کر لے جانا چاہا اور اس غرض سے انھوں نے اپنی رہائش گاہ سے قبر شریف تک ایک سرنگ بھی کھود لی تھی مگر وہ ناکام و نامراد رہے۔ غرض محافظ حقیقی نے روضۂ منورہ کو ہمیشہ زمانے کے دستبرد سے محفوظ رکھا۔ درحقیقت یہ روضہ مذہب اور تاریخ کا ایک بیش بہا گنجینہ ہے اس میں وہ عظیم شخصیت آرام فرما ہے جو تاریخ عالم کی غیر فانی ہستی ہے۔ جس ذات گرامی نے پوری انسانیت کا رشتہ ایک خدا سے جوڑ کر نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد ڈالی، جو ایک عالمگیر[1] مذہب کا پیغمبر اور ایک عظیم الشان تمدن کا بانی ہے جن کا

---

[1] ہندوستان کے وائس پریزیڈنٹ ڈاکٹر رادھاکرشنن صاحب نے فرمایا کہ "میں مذہب اسلام اور بانی اسلام کے کارناموں سے بہت ہی متاثر ہوا ہوں جو عالمگیر برادری کے قیام اور عام انسانیت کو بلند سطح پر لانے میں ممد و معاون ثابت ہوئے"۔ [2] ڈاکٹر ڈی رائٹ نے کہا ہے کہ "محمد صلعم اپنی ذات اور اپنی قوم کے لیے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کے لیے ابر رحمت تھے"۔ تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں جس نے احکام خداوندی کو اس تحسین طریقہ سے انجام دیا ہو" (اسلامک ریویو مسلم انڈیا فروری ۹۲ء نمبر)

دنیا کے ہر گوشہ سے روزانہ پانچ بار بلند ہوتا ہے۔ جن کی تعلیم ہر زمانہ کے تقاضوں کو
کرتی ہے۔ اتنی بلند و برتر ہستی قانون فنا کے تابع کیونکر ہو سکتی ہے۔

جنت البقیع

۲۰ اکتوبر کو صبح کی نماز کے بعد ہم دونوں جنت البقیع کی زیارت کرنے مسجد
سے پیدل چلے اور صرف دس بارہ منٹ کے اندر بقیع پہونچ گئے۔ اس قبرستان میں
مزار پر کوئی کتبہ نہ تھا جو ہمیں صاحب مزار کا نام بتا دیتا۔ مزور نے جو کہا اسی کو
آخر سمجھا۔ ہر مزار پر تھوڑی دیر رک کر سلام عرض کیا اور فاتحہ پڑھی۔ بقیع سے
میں آتے ہوئے راستہ میں بیوی سے میں نے کہا اسلام کی کتنی بڑی بڑی ہستیاں
محو خواب ہیں مثلاً حضرت عائشہؓ۔ حضرت فاطمہؓ۔ حضرت امام حسنؓ۔ حضرت عثمانؓ
ضرت امام مالک وغیرہ لیکن ان کے مزارات پر نہ چادریں چڑھائی جاتی ہیں نہ عرس
تے ہیں۔ معلوم ہوا کہ موجودہ عہد سے پہلے بھی یہاں ان باتوں کا رواج نہ تھا۔ آنحضرت
م نے اپنی وفات سے پانچ دن پہلے یہ فرمایا تھا کہ "تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے
نبیاء اور صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتی تھی تم ایسا نہ کرنا" یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ
اس حدیث پر پورا پورا عمل ہو رہا ہے۔

حابہ کرام کی تعداد جو رسول اللہ کے عہد مبارک اور بعد میں جنت البقیع میں دفن ہوئے ہیں
مار ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "اہل بقیع میں سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں داخل ہونگے۔
ان سب کے چہرے ایسے روشن اور منور ہونگے جیسے چودھویں رات کا چاند!"

قبا

۲۱؍ اکتوبر کو صبح ۸ بجے بیرون مدینہ کے مقدس اور تاریخی مقامات دیکھنے گئے۔ پہلے قبا کی طرف چلے یہ مدینہ سے دو میل ہے۔ راستہ میں جا بجا باغات اور سبزہ زار بنے ہیں۔ قبا پہنچنے سے پہلے مسجد قبا کا ایک منارہ نظر آیا اُسے دیکھ کر وہ وقت یاد آگیا کہ جب آنحضرت صلعم حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ قبا میں داخل ہوئے تھے۔ یہ پیر کا دن تھا اور ربیع الاول کی ۸ تاریخ۔ نبوت کو تیرہ برس ہو چکے تھے اور حضور کی عمر اس وقت ۵۲ سال کی تھی۔ ہجرت فرما کر جب آنحضرت صلعم مدینہ آئے تو پہلے چند دن قبا میں قیام کیا۔ ان ایام میں یہاں ایک مسجد بنائی جس کا نام مسجد قبا ہے۔ یہ اسلامی عہد کی سب سے پہلی تعمیر ہے۔ اس تعمیر میں آنحضرت صلعم نے صحابہ کے ساتھ مزدوروں کی طرح کام کیا۔ اس دن چشم فلک نے پہلی بار قوم کے والی کو مزدور کی صورت میں جلوہ گر دیکھا گویا یہ ایک اعلان تھا اس بات کا کہ اسلامی تہذیب کی عمارت جو مدینہ میں بننے والی ہے اس میں مساوات اور خدمت کے ستون بھی ہوں گے۔ مسجد قبا میں ہم دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد مسجد کے قریب وہ تاریخی کنواں "بیر اریس" دیکھا جس میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے مہر نبوت گر گئی تھی اس لئے اس کنوئیں کو بیر خاتم بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ چاندی کی انگوٹھی تھی جسے آنحضرت فرامین پر ثبت کرتے تھے۔ اس پر خدا اور رسول کے نام کندہ تھے۔ حضور کے بعد یہ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کے پاس رہی پھر حضرت عثمانؓ کے پاس پہونچی، اتفاق سے اس کنوئیں میں گر گئی۔ بہت ڈھونڈا مگر نہ ملی۔

بیر ارلیس[۱] کو حضرت عثمانؓ نے ارلیس نامی یہودی سے خریدا تھا اور اسی کے نام سے آجتک مشہور ہے۔ اس کنوئیں کا پانی برتنوں میں رکھے ہوئے لوگ بیچ رہے تھے۔ ایک کٹورا پانی ایک قرش میں خریدا۔ بڑا ٹھنڈا اور شیریں پانی تھا۔ بیر ارلیس کے علاوہ چھ کنوئیں اور ہیں جن کا تعلق عہدِ نبوی سے ہے۔ ان میں ایک بیر عرس بھی ہے جو مسجد قبا سے نصف میل پر واقع ہے۔ اس کا پانی آنحضرت صلعم کو بہت مرغوب تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وفات کے بعد حضور کو اسی پانی سے غسل دیا گیا تھا۔

مسجد قبلتین

مسجد قبا کے بعد مسجد قبلتین میں جاکر نماز پڑھی۔ یہ مسجد وادی عقیق میں ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے۔ اسے مسجد قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں دو محرابیں ہیں۔ ایک کا رخ بیت المقدس کی طرف اور دوسری کا کعبہ کی جانب ہے۔ پہلے مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ دوسری ہجری میں خدا نے بیت المقدس کے بجائے کعبہ کو قبلہ[۲] مقرر کر دیا۔ اس موقع پر خدا نے یہ بات بھی واضح کر دی تھی کہ عبادت کے وقت کسی خاص سمت رخ کرلینا پرہیزگاری اور نیکی کا اصل معیار نہیں ہے بلکہ زندگی میں کامرانی اور سعادت حاصل کرنے کے لئے مضبوط ایمان اور نیک عمل کی ضرورت ہے۔

۱؎ بیر یعنی کنواں۔ اس کی جمع آبار ہے۔

۲؎ تحویلِ قبلہ کا ذکر قرآن کے دوسرے پارہ کے شروع میں کیا گیا ہے۔ دیکھئے: دوسرا پارہ رکوع ۲

شہدائے اُحد کے مزارات

مسجد قبلتین سے تھوڑا فاصلہ طے کر کے جبلِ اُحد کے پاس اُس میدان میں پہنچے جہاں حضرت امیر حمزہ اور دوسرے شہدائے اُحد نیلگوں آسمان کے نیچے حیاتِ ابدی کے بستر پر آرام فرما ہیں۔ ان شہدائے کرام کی خدمت میں ہم نے سلام[1] عرض کیا اور فاتحہ پڑھی۔ اُحد مدینہ سے تین میل دور ہے۔ رسولِ خدا کے اس محبوب[2] پہاڑ کے دامن میں ہم دونوں بیٹھ گئے اور دیر تک جنگِ اُحد کا ذکر کرتے رہے۔ ہمارا دستور یہ تھا کہ جہاں جاتے وہاں کے متعلقہ واقعات کا میں اور بیوی آپس میں تذکرہ کیا کرتے تھے۔ ان پرانی یادوں کے دہرانے سے ہمیں ایک قسم کا انسپریشن (INSPIRATION) ملتا تھا۔ اس وقت ہم عہدِ نبوی کے ایک میدانِ جنگ میں تھے۔ یہاں سنہ ۳ھ میں غزوۂ اُحد[3] ہوا تھا۔ اس لڑائی کے میدان میں مسلمانوں کو شکست ہو جانے کے باوجود پیغامِ محمدی کو بڑی کامیابی نصیب ہوئی۔ اس موقع پر مشرکین نے یہ جان لیا کہ مسلمانوں میں اتنی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ بڑی سے بڑی شکست بھی ان کے ارادوں اور حوصلوں کو مضمحل نہیں کر سکتی۔ دوسرے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اب آنحضرت صلعم کی ذاتِ اقدس کو

ح۱ شہدائے اُحد کے متعلق حدیث میں آیا ہے "تا قیامت جو شخص ان پر سلام بھیجے گا وہ اس کے سلام کا جواب دیا کریں گے۔"

ح۲ کوہِ اُحد کے متعلق آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے "اُحد پہاڑ ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں۔"

ح۳ غزوۂ اُحد میں مشرکین کی تعداد تین ہزار اور مسلمانوں کی سات سو تھی۔ مشرکین دراصل بدر کا انتقام لینے آئے تھے۔ غزوۂ اُحد کے متعلق سورۂ آلِ عمران کی ساٹھ آیتیں نازل ہوئیں۔

نقصان پہونچانا ممکن نہیں ہے۔ جنگِ اُحد میں مسلمانوں نے جاں نثاری کے ایسے جوہر دکھائے جن کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ جب آنحضرت صلعم دشمنوں کے نرغے میں گھر گئے تو صحابہ حضور کے گرد جمع ہو گئے اور انھوں نے حضور پر اپنی جانیں پروانوں کی طرح نثار کر دیں۔ محمدؐ کا خدا اگر چاہتا تو آن کی آن میں دشمنانِ رسول کو ہلاک کر دیتا لیکن جب نبی کی زندگی کو دنیا کے لئے نمونہ بنانا تھا اس کی حفاظت کے لئے بھی دنیاوی تدابیر اختیار کی گئیں۔

غزوۂ خندق

کوہِ اُحد سے روانہ ہو کر مسجد الفتح اور دوسری مسجدوں کی زیارت کرتے ہوئے اُس تاریخی مقام پر پہنچے جہاں ہجرت کے پانچویں سال میں جنگِ خندق ہوئی تھی۔ اسے غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔ اس موقع پر عرب کے بہت سے قبائل نے یہ کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینے کا تہیہ کر کے آئے تھے۔ ان کی تعداد چوبیس ہزار تھی۔ اتنی بڑی فوج سے لڑنے کے لئے تین ہزار مسلمان مدینہ سے باہر نکلے۔ انھوں نے اپنے گرد پانچ فٹ گہری خندق کھود کر اندر محصور رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں مسلمان ہر قسم کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو بڑے استقلال اور بہادری کے ساتھ برداشت کرتے رہے مگر شدید بارش اور آندھی کے آجانے سے اپنے گھبرا کے بغیر لڑے بھاگ کھڑے ہوئے۔ غزوۂ خندق سے تین برس پہلے بدر کے میدان میں یہ حقیقت نمایاں ہو چکی تھی کہ فتح و شکست کا انحصار کثرت اور طاقت پر نہیں ہے بلکہ اس کے

لئے معنوی قوت درکار ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ خندق میں مسلمانوں کو غیبی امداد مل گئی تھی مگر یہ مدد بھی تو ان ہی کو ملتی ہے جن میں حق پرستی، بہادری اور ذہنی و عملی اتحاد ہوتا ہے۔ مدینہ کے قیام میں ہمارا جی چاہا کہ بدر[1] جا کر شہدائے بدر کی خدمت میں خراجِ عقیدت پیش کریں مگر وہاں جانے کی کوئی صورت نہ نکل سکی۔ عہدِ نبوی کے دو میدانِ جنگ دیکھے انھیں دیکھ کر ہمیں پختہ یقین ہو گیا کہ اخلاقی قدروں میں عددی طاقت سے زیادہ قوت ہوتی ہے۔ غزوۂ خندق کے میدان سے ہم سیدھے اپنی قیام گاہ پر آ گئے۔ ان سب مقامات کے جانے اور آنے میں کوئی چار پانچ گھنٹے لگے اور دو ریال فی کس خرچ ہوا۔

مسجدِ نبوی

مدینہ میں ہم جتنے دن رہے مسجدِ نبوی میں رسولِ خدا کے زیرِ سایہ نمازیں پڑھتے رہے۔ یہ سعادت مجھے اور بیوی کو عمر بھر یاد رہے گی کہ جس مسجد میں آنحضرت صلعم حضرات ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ نمازیں پڑھا کرتے تھے وہاں ہم نے بھی نمازیں پڑھیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں یہ مسجد صرف عبادت خانہ ہی نہ تھی بلکہ ایک یونیورسٹی کا کام بھی انجام دیتی تھی جہاں مسلمانوں کو صداقت، عزم و ثبات اور

---

[1] بدر مدینہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے یہاں سنہ ۲ھ مطابق سنہ ۶۲۴ء کو جنگ ہوئی تھی جنگِ بدر میں کفار کی تعداد ایک ہزار تھی اور مسلمان ۳۱۳ تھے۔ خدا کے فضل سے مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ یہ فتح "درحقیقت شوکتِ اسلام کا سنگِ بنیاد تھی"۔ بدر کے متعلق پوری سورۂ انفال نازل ہوئی۔

اعتمادِ ذات کے عملی درس دیئے جاتے تھے۔ یہ ہی مسجد مسلمانوں کی داخلی اور خارجی سیاست کا گہوارہ بھی تھی۔ یہ مسجد دنیا میں جمہوریت کا پہلا ایوان ہے جہاں سے مساوات۔ اخوت اور حریت کی اصلی روح ابھری تھی۔ تعمیر کے لحاظ سے یہ ایک عظیم الشان مسجد ہے۔ اس کے حسین اور شاندار دالانوں میں خوبصورت منقش اور بلند و بالا ستون بڑے پُرشکوہ انداز میں کھڑے ہیں۔ مسجد کے روغنی در و دیوار پہ جگہ جگہ قرآنی آیات۔ احادیث۔ خدا اور رسول کے اسمائے مبارکہ اور صحابہ کرام کے نام نہایت خوش نما انداز میں لکھے ہوئے ہیں۔ مسجد کے ستونوں اور دروازوں پہ طلائی نقش و نگار پچی کاری اور زینت کاری کے ایسے اعلیٰ اور نادر نمونے دکھائے گئے ہیں جن کے بیان سے زبانِ قلم عاجز ہے۔ رات کے وقت جب برقی روشنیاں سنہری روپہلی تحریروں۔ دیدہ زیب بیل بوٹوں۔ منقش اور مطلا ستونوں پہ پڑتی ہیں تو مسجد نبوی کا نظارہ ایسا دلکش اور جاذبِ نظر ہوتا ہے کہ اسے دیکھتے ہی رہنے کو جی چاہتا ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر میں ہم نے ایک یہ صفت دیکھی کہ اس سے تاریخی واقعات کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ مثلاً مسجد کے اکثر ستون اُن اضافوں کو بتاتے ہیں جو مسجد میں عہد بہ عہد کئے گئے ہیں۔ جن ستونوں پر طلائی خطوط سات ہاتھ کی بلندی تک ہیں وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عہدِ نبوی میں مسجد سات ہاتھ بلند تھی۔ سادہ ستون اُس اضافہ کو بتاتے ہیں جو عہد ولید میں ہوا تھا۔ ان سب باتوں کا مفصل حال اس کتاب میں نہیں سما سکتا اس لئے اتنا کہنا کافی ہوگا کہ مسجد نبوی کو اسلامی تاریخ کی ایک کتاب سمجھئے۔ اس میں حضور کی زندگی

کے نشانات جا بجا موجود ہیں۔ یہ محراب النبی[۱] ہے جہاں آنحضرت صلعم امامت فرمایا کرتے تھے۔ یہاں حضور[۲] نماز تہجد پڑھتے تھے۔ اس جگہ کھڑے ہو کر حضور خطبہ[۳] دیتے تھے۔ اس مقام پر[۴] حضرت جبرئیل وحی لے کر آتے تھے۔ یہاں آنحضرت صلعم باہر سے آئے ہوئے وفود[۵] سے ملاقات کرتے تھے۔ ان مقامات کے دیکھنے سے زائر ذہنی طور پر عہد نبوی میں پہونچ جاتا ہے۔

ح ۱ یہ حسین وجمیل محراب روضۂ اقدس اور منبر نبوی کے درمیان کھڑی ہے اس پر سونے کا بڑا خوبصورت کام ہو رہا ہے۔ محراب النبی کی تعمیر اس طرح کی گئی ہے کہ وہ حصہ جہاں سجدہ کرتے وقت حضور کی پیشانی لگتی تھی اسے محراب کے اندر لے لیا ہے چنانچہ اب نمازی کا سجدہ کرتے وقت اس مقام پر ہوتا ہے جہاں حضور کے قدم مبارک ہوا کرتے تھے۔

ح ۲ اس جگہ ایک ستون ہے جسے اسطوانہ تہجد کہتے ہیں۔

ح ۳ مسجد میں منبر ٹھیک اُسی جگہ رکھا ہے جہاں منبر نبوی تھا۔ یہ سنگِ رخام کا ہے اور اس کے چودہ زینے ہیں۔ ح ۴ اس جگہ بھی ایک ستون بنا ہوا ہے جسے اسطوانہ جبرئیل کہتے ہیں۔

ح ۵ اس جگہ بھی ایک ستون ہے جسے اسطوانہ وفود کہتے ہیں۔

اسطوانہ تہجد۔ اسطوانہ جبرئیل۔ اسطوانہ وفود کے علاوہ پانچ ستون اور ہیں۔ اسطوانہ مخلقہ اسطوانہ ابی لبابہؓ۔ اسطوانہ سریر۔ اسطوانہ عائشہ۔ اسطوانہ حرس یا اسطوانہ علیؓ۔

ان آٹھوں ستونوں کو اسطوانات رحمۃ کہتے ہیں۔ ہر ستون پر اس کا نام لکھا ہوا ہے۔ ان ستونوں کے پاس نماز نفل پڑھنے اور دعا مانگنے کا بڑا ثواب ہے۔

مدینہ پر ایک نظر

ضیائے حق سے درخشاں طورِ سینا بن گیا یثرب
نبیؐ کا آستاں بن کے مدینہ بن گیا یثرب

مدینہ کا قدیم نام یثرب[1] ہے۔ جب آنحضرت صلعم مکہ سے ہجرت فرماکر یثرب آئے تو اس کا نام مدینہ ہو گیا۔ مدینہ کے نوے سے زیادہ نام بتائے جاتے ہیں۔ شاید ہی دنیا میں کسی ایک شہر کے اتنے نام ہوں۔ ناموں کی کثرت بزرگی اور عظمت کی دلیل ہے۔ مدینہ کا شہر زیادہ بڑا نہیں ہے۔ اس کی آبادی پچاس ہزار کے قریب ہے۔ قدرت نے اس بستی کو ہر قسم کی خوبیوں سے مالا مال کر دیا ہے۔ اس کی شاداب سرزمین سرسبز باغوں اور نخلستانوں سے پُر ہے۔ یہاں کی مٹی زرخیز ہے۔ پانی شیریں، لطیف اور زود ہضم ہے۔ ہوا پاکیزہ اور صحت بخش ہے۔ ان سب نے مل کر اہلِ مدینہ کے اخلاق میں نرمی اور مزاج میں لطافت پیدا کر دی ہے۔ مدینہ اور مکہ کے باشندوں کی معاشرت ایک سی ہے لیکن مدنی اہلِ مکہ سے زیادہ خلیق اور مہمان نواز ہیں۔ مغربی سیاح برٹن نے لکھا ہے کہ "مدنی بہت مہذب اور خلیق ہوتے ہیں"۔ اور بعض اہلِ تجربہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ "مدنی تمام عربی ممالک پر محاسنِ اخلاق میں فائق ہیں"۔

مدینہ کے بازاروں کو ہم نے ہر قسم کے سامانِ زندگی سے بھرپور دیکھا۔ یہاں پھل

---

(۱) رحمۃ للعالمین کے مصنف نے لکھا ہے کہ یثرب اس شخص کا نام ہے جو پہلے پہل مدینہ میں آباد ہوا تھا۔ یہ شخص سیدنا نوحؑ سے چھٹی پشت میں ملتا ہے۔

اور ترکاریاں بکثرت پیدا ہوتی ہیں۔ بالخصوص یہاں کا انگور اور انار تو بہت ہی اچھا ہوتا ہے مگر مدینہ کی خاص پیداوار کھجور ہے ان کی بے شمار قسمیں ہیں جس میں حلوہ۔ برنی عنبری۔ بیدانہ اور جلی خاص طور پر مشہور ہیں۔

مدینہ عہدِ نبوی سے لے کر حضرت عثمانؓ کی عہدِ خلافت تک اسلامی سلطنت کا دار الخلافہ رہا اس کے بعد سے مدینہ کی سیاسی حیثیت باقی نہیں رہی۔ یہ شہر دنیا میں سب سے بڑا روحانی مرکز ہے جہاں اسلام اپنے اصلی روپ میں نظر آتا ہے۔ مدینہ کے گوشے گوشے میں تزکیہ باطنی اور روحانی ترقی کے لئے سامان فراہم ہیں جو مسلمان خوف۔ تذبذب اور مایوسی میں مبتلا ہوتے ہیں انھیں یہاں آکر جمعیت اور امید کی قوتیں مل جاتی ہیں۔

مدینہ کے کتب خانے

مدینہ کتب خانوں کے اعتبار سے علمی دنیا میں بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ مسلمانوں نے ہندوستان۔ اندلس۔ مصر اور عراق میں جو کتب خانے اور علمی درسگاہیں قائم کیں وہ حقیقتاً مدینہ کے ہی نورِ علم کی تجلیاں تھیں۔ مدینہ کے علمی شان و شکوہ کے جلوے اب نگاہوں سے غائب ہو چکے ہیں مگر اس علمی فیض کی یادگاریں کتب خانوں کی شکل میں اب تک باقی ہیں جو ہزاروں نادر اور قدیم کتابوں سے بھرپور ہیں۔ مدینہ کا سب سے بڑا کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت بے کا ہے۔ یہ مسجدِ نبوی کے شرقی دروازے باب جبرئیل کے قریب واقع ہے۔ اس کے بالمقابل حضرت ابو ایوب انصاری

کا وہ گھر ہے جس میں آنحضرت صلعم نے مدینہ آکر قیام فرمایا تھا۔ اس کتب خانے کو
عارف حکمت بے نے ۱۲۷۰ھ میں قائم کیا تھا۔ اس میں سترہ ہزار کتابیں ہیں۔ ایک قلمی
فہرست بھی ہے جس میں فن وار کتابیں درج ہیں۔ کتب خانے کے قدیم اور نایاب نسخوں میں
ایک ہزار سال پرانی کتاب تفسیر ابن عباس کے چند اوراق موجود ہیں۔ جو ہرن کی کھال پر لکھے
ہوئے ہیں۔ مدینہ[۱] کا دوسرا مشہور کتب خانہ کتب خانۂ محمودیہ ہے۔ یہ مسجد نبوی
کے غربی دروازے باب السلام کے قریب ہے۔ اس میں تقریباً پانچ ہزار کتابیں ہیں۔ ان
ذخائر کی ندرت کا اندازہ لگانے کے لئے علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کا یہ بیان پڑھیئے۔

"کتابوں کو جب میں نے ہاتھ لگایا تو خوشی سے اچھل پڑا کہ حدیث و تفسیر کا اتنا
نایاب ذخیرہ اب تک میری نگاہوں نے نہیں دیکھا تھا۔ بہت سی کتابیں جن کو صرف
ایک نظر دیکھنے کی تمنا تھی وہ یہاں آج پوری ہوگئی"۔

مدینہ کا تیسرا قابلِ ذکر کتب خانہ سیدنا عثمان ہے۔ یہ باب جبریل
کے پاس حضرت عثمان کے مکان میں قائم ہے۔ اس میں تقریباً ڈیڑھ ہزار کتابیں ہیں۔ ان
کے علاوہ اور بھی کتب خانے ہیں۔ موقوفہ اور ذاتی کتب خانوں کی تعداد سترہ بتائی
جاتی ہے جن میں کتابوں کی مجموعی تعداد پچاس ہزار کے قریب ہے۔ اگر ان سارے
کتب خانوں کی ترتیب و تنظیم ہو کر کتابوں کی جامع فہرست مرتب ہو جائے تو علمی دنیا
کو ان سے بڑا فائدہ پہونچ سکتا ہے۔

---

[۱] مکہ اور مدینہ کے کتب خانوں کا مفصل حال جو صاحب پڑھنا چاہیں وہ معارف ۱۹۲۶ء "حجاز کے کتب خانے" ملاحظہ کریں۔

مدینہ میں اردو

مدینہ اور مکہ میں ہمارا بڑا جی چاہا کہ یہاں کے باشندوں سے بے تکلف باتیں کریں۔ اُن کی سنیں اور اپنی سنائیں لیکن زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم کے مصداق یہ آرزو دل ہی میں رہ گئی۔ ہمیں اپنے عربی نہ جاننے کا بڑا ملال ہوا۔ مدینہ اور مکہ میں اکثر لوگ خصوصاً مزدور، تعلیم اور دوکاندار اردو جانتے ہیں۔ یہ فخر اردو کو ہی حاصل ہے کہ وہ اسلامی دنیا کے دونوں مرکزی شہروں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے لیکن یہاں کی سماجی زندگی سے واقف ہونے کے لئے عربی کا جاننا ضروری ہے۔ سفر حج کے دوران میں ہم کو مسلمانوں میں لسانی وحدت کی ضرورت کا احساس ہوا۔ تمام دنیا سے جو مسلمان مکہ اور مدینہ آتے ہیں وہ لسانی وحدت نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے اجنبی رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ملی وحدت قائم کرنے کے لئے بھی لسانی وحدت کا ہونا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مسلمانوں کو اپنی مادری زبان اور دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ عربی کو بھی ایک قومی فریضہ سمجھ کر سیکھنا چاہیئے۔ اس کتاب کا موضوع لسانیات نہیں ہے تاہم اتنا ہم کہہ دینا چاہتے ہیں کہ عربی زبان دنیا کی ہزاروں زبانوں کے درمیان ایک امتیازی درجہ رکھتی ہے۔ اس کے متعلق پروفیسر حتی نے "عرب اور اسلام" میں لکھا ہے۔ "قرونِ وسطیٰ میں عربی زبان صدیوں تک ساری متمدن دنیا میں علم و ثقافت اور ترقی پسند تفکر کے اظہار کا واحد ذریعہ رہی ہے۔ مغربی یورپ کی زبانوں پر آج بھی عربی زبان کے اثرات موجود ہیں۔ عربی میں اپنے بولنے والوں کی ذہنی قوتوں کو جتنی شدت کے ساتھ اثرانداز ہونے کی خصوصیت پائی جاتی ہے ایسی خصوصیت دنیا کی کسی اور زبان کو نصیب نہیں"۔

مدینہ میں ہمارا قیام

ہم دونوں کی خوش قسمتی دیکھئے کہ جس شہر میں آنحضرت صلعم نے دس سال بسر کئے وہاں ہم دس دن رہے۔ میں اور بیوی اُن گلیوں اور کوچوں میں پھرے جو آنحضرت صلعم کی گذرگاہ تھے۔ حضور پہلے مدینہ میں رہا کرتے تھے اور اب ستر کروڑ مسلمانوں کے دلوں میں رہتے ہیں۔ مدینہ آکر ہم نے اپنی زندگی کی ضرورتوں کو سمیٹ کر مختصر کر لیا تھا۔ مکہ میں بیوی کھانا پکاتی تھیں، مدینہ میں اس بکھیڑے سے بھی نجات حاصل کر لی۔ اور ہوٹل کے کھانے پر گذارا کیا۔ یہاں صرف دس دن رہنے کی اجازت ملی تھی اور یہ قیمتی دن ہم صرف دینی کاموں میں صرف کرنا چاہتے تھے۔ اتنی بڑی سعادت عمر میں پھر ملے یا نہ ملے۔

مدینہ میں قیام اور طعام کی سب آسانیاں میسر رہیں۔ یہاں بازار میں ہندوستانی مذاق کا کھانا بھی مل گیا۔ معمولی کھانے اور ناشتہ پر تین ریال[1] فی کس یومیہ خرچ ہوا کہ

---

[1] ایک ریال میں ۲۲ قرش اور ایک قرش میں ۴۴ ہللہ ہوتے ہیں۔ ریال چاندی کا اور قرش نیلا نکل کا ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ دو سکے اور بھی ہیں۔ نصف ریال اور ربع ریال۔

حجاز میں گھی، شکر، گوشت اُگہ اور رطل کے حساب سے بکتے ہیں۔ اُگہ اصل میں اوقیہ بگڑا ہوا ہے جو وزن میں ۱۱۲ تولہ ہوتا ہے۔ ایک رطل ۴۴ تولہ کا ہوتا ہے۔ کپڑا خریدنے سے پہلے دوکاندار سے گز کے متعلق طے کر لینا چاہئے۔ حجاز میں ایک ۱۱ گرہ کا گز بھی ہے اور ۱۶ گرہ کا گز جسکو ہم گز کہتے ہیں

اور مدینہ کے قیام میں ہمارا عمل خورد و نوش برائے زیستن کے مطابق پر رہا۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک حج و زیارت کے ایام میں تن سے زیادہ من کی فکر کرنی چاہیئے۔ ان دونوں جسم کو ہلکی غذا اور روح کو بھرپور غذا کی ضرورت ہے۔ روح کو غذا ملتی ہے حضور قلب کے ساتھ عبادت کرنے سے اور نیکی اور بھلائی کے کاموں سے۔

مدینہ میں بیوی کئی دن علیل رہیں۔ یہاں کے موسم کا ہمیں صحیح اندازہ نہ تھا اس لئے مدینہ آتے وقت کپڑوں وغیرہ کا ایک بکس جدہ میں ظفر جمیل صاحب کے پاس رکھ آئے تھے مگر یہاں مکہ کی سی گرمی نہ تھی۔ مدینہ کی صبحیں اور شامیں تو بہت ہی خوشگوار تھیں اور رات کو دالان میں بھی چادر اوڑھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ ایک شب بیوی کو ٹھنڈ لگ گئی اور وہ نزلہ و بخار میں مبتلا ہو گئیں۔ مدینہ میں طبیب تو آسانی سے مل گیا لیکن دوا مشکل سے دستیاب ہوئی اور جوشاندہ کا نسخہ ایک ریال میں ملا۔

مدینہ کے قیام میں زیادہ وقت بارگاہِ نبوی میں گزرتا تھا۔ ہم دونوں کبھی حضور کی بالیں مبارک کے قریب اور کبھی پائیں مبارک کے پاس بیٹھے رہتے تھے۔ یہاں بیٹھے بیٹھے جب دیر ہو جاتی تو حضور کے روئے انور کے سامنے آکر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ہمارے جسم کو جالیوں سے آگے جانے کی قوت نہ تھی۔ نگاہیں جالیوں سے پار ہو کر دیوار روضہ تک چلی جاتی تھیں مگر خیالات وفورِ شوق میں سارے حجابوں سے گزر کر رسولِ اکرم کے حضور میں پہونچ جاتے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم آپ کے روبرو کھڑے ہوئے ہیں۔

بحمد اللہ پہنچا ہے کہاں نقشِ قدم میرا
جھکاتے ہیں جہاں قدسی بھی آکر اپنی پیشانی

مدینہ سے علی گڑھ تک

۲۰؍ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو مغرب کے بعد مدینہ سے چلے۔ اُس زمانہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان کوئی سڑک نہ تھی۔ ریگستانی اور کوہستانی میدانوں کی اونچی نیچی زمین پر ہماری لاری جھٹکے دیتی چلتی تھی اور کبھی تو ایسا سخت جھٹکا لگتا کہ ایک مسافر دوسرے مسافر پر جا گرتا تھا۔ اس وقت رات میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے بڑے خواب آور تھے مگر راستہ کے نشیب و فراز نیند کے دشمن تھے۔ اس پر بھی اگر کوئی نیند کا متوالا سو جاتا تو لاری کے جھٹکے اُسے جگا دیتے تھے۔ ڈرائیور سے لاری آہستہ چلانے کے لئے کئی بار کہا مگر وہ باز نہ آیا۔ وہ جتنا بدمزاج تھا اتنی ہی تیز لاری بھی چلاتا تھا۔ اس کی تیز مزاجی سے اتنا فائدہ ہوا کہ یہ سفر صرف ستائیس گھنٹہ میں طے ہو گیا حالانکہ مکہ سے مدینہ پہنچنے میں چالیس گھنٹے لگے تھے۔ جدہ میں ظفر حسین کے یہاں ٹھہرے ہر طرح کا آرام ملا، پردیس میں دیس کا لطف آگیا ۲؍ نومبر کی شام کو ہمارے جہاز نے جدہ کا ساحل چھوڑ دیا۔ سرزمین حجاز سے آہستہ آہستہ ہم دور ہونے لگے مگر وہاں کے قیام کی حسین یادیں ہمارے ساتھ رہ گئیں۔ ان یادوں میں بھی بڑی قوت ہے۔ جب کبھی پریشانی کے عالم میں ان کی طرف رجوع کیا ہے تو فوراً پریشانیاں ذہنی سطح سے نیچے اتر گئی ہیں۔ زائر حرم کا یہ شعر اکثر حقیقت بنکر سامنے آجاتا ہے

یاد آتے ہیں حضوری کے وہ لمحے جو تمیز
آج تو یہ ہے غمِ دوراں کو بھلا دیتے ہیں

بمبئی سے مکہ کو اسلامی جہاز میں گئے تھے اور مدینہ سے لوٹ کر بمبئی جانے کے لئے محمدی جہاز ملا تھا۔ خدا کرے حج و زیارت کی برکت سے ہمارے سفینہ حیات کا ہر جزو اسلامی و محمدی ہو جائے۔ اسی سفینہ میں ہم دنیا کے متلاطم سمندر کو آسانی سے طے کر لینگے۔ یہی سفینہ ہمیں اس سبزہ زار میں بھی پہنچا دے گا جسے مذہب کی زبان میں معرفت الٰہی کہتے ہیں۔ معرفت الٰہی کسی خاص خیالی کیفیت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وہ مقام ہے جہاں پہنچکر انسان کے سارے احساسات اور خیالات اخلاقی خوبیوں کا ایک مجموعہ بن جاتے ہیں۔

محمدی جہاز سمندر کی موجوں سے ٹکر لیتا ہوا اطمینان کے ساتھ ۱۵ ناٹ فی گھنٹہ چل رہا تھا۔ آجکل سمندر میں تلاطم اور اضطراب بالکل نہ تھا اس لئے بحری سفر بڑا خوشگوار رہا۔ اس مرتبہ بھی ہمیں بڑے اچھے ہم سفر مل گئے۔ یہ لوگ راستہ بھر ہماری خاطرداری کرتے چلے گئے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ جب خدا مہربان ہوتا ہے تو سب مہربان ہو جاتے ہیں۔ جہاز میں اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے جب ہم دونوں کا جی گھبرانے لگتا تو ہم عرشہ پر چلے جاتے۔ یہاں بیٹھ کر ہم اکثر اسلامی تاریخ کی کتابیں پڑھا کرتے تھے کبھی بیوی پڑھتیں اور میں سنتا اور کبھی میں انکو پڑھکر سناتا تھا۔ تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرون وسطیٰ میں مسلمانوں نے فن جہاز رانی میں بڑا کمال حاصل کیا تھا۔ اس فن پر انھوں نے کتابیں لکھیں، طرح طرح کے آلات ایجاد کئے۔ ان کے جہاز بحر ہند اور بحر الکاہل میں دوڑے پھرتے تھے۔ ایک فرانسیسی پروفیسر نے کہا ہے کہ پندرھویں اور سولہویں صدی علیسوی میں پرتگالی جہازرانی کی کامیابی کا سہرا عربوں کے سر ہے۔ جہازرانی کی تاریخ

میں ابن ماجد کی شخصیت بہت نمایاں نظر آتی ہے۔ نویں صدی ہجری کے اس نامور جہازراں
کے تجربات پندرھویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی کے وسط تک مشرق و مغرب کے
جہازرانوں کے لئے شمع ہدایت کا کام دیتے رہے ہیں۔ انگریز برٹن نے تو یہاں تک لکھا ہے
کہ ۱۸۵۴ء میں عدن کے جہازرانوں کا یہ دستور تھا کہ سفر شروع کرنے سے قبل وہ
ازراہ تعظیم ابن[1] ماجد کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے فاتحہ پڑھتے تھے"۔
یہ عجیب بات تھی کہ سفر حج میں ہر گام پر مسلمانوں کی گزشتہ روحانی اور مادی شوکت
و عظمت ہمارے چشم تصور کے سامنے آجاتی تھی اور اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلعم
کی عظمت کا نقش دل پر گہرا ہوتا جاتا تھا اس لئے کہ حضور کی ہی تعلیم نے مسلمانوں کو بام کمال
تک پہنچایا تھا۔ ہم اس یقین کو لئے ہوئے حجاز سے ہندوستان آئے کہ اگر مسلمان آنحضرت
صلعم کی تعلیم پر سچے دل سے عمل کرنے لگیں، تو پھر وہ ایک ایسی قوم بن سکتے ہیں جس کی دوستی
اور خیر سگالی کا ہر خاص و عام طالب رہتا ہے۔
جدہ سے چلنے کے بعد جہاز کہیں نہیں رکا۔ کامران نکل گیا۔ عدن گزر گیا۔ اب ہم
بحر ہند میں چل رہے تھے۔ اس سمندر میں بھی آجکل سکون تھا مگر ہمارے جیون ساگر میں گھر کی
محبت کے طوفان اٹھ رہے تھے اور ہر لحظہ گھر کی یاد تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

---

[1] ابن ماجد کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ واسکوڈی گاما نے اپنے بیڑے کو افریقہ کے مشرقی ساحل
مالندی سے ہندوستان کے بندرگاہ کالیکٹ تک لے جانے اور اس طرح زمین کے گرد چکر
لگانے میں ابن ماجد کی معلومات و ہدایات سے بہت کچھ استفادہ کیا تھا (جو لوگ ابن ماجد
کا حال معلوم کرنا چاہیں وہ رسالہ برہان' مارچ ۱۹۴۰ء پڑھیں)

۱۰ر نومبر کو ہمارا جہاز بمبئی پہنچ گیا۔ بحری سفر کے اختتام پر خدا کے بحر و بر کا شکریہ ادا کیا۔ بمبئی میں صابو صدیق کے مسافر خانہ میں سامان رکھ کر پہلا کام یہ کیا کہ بازار جاکر پان خریدے۔ دو مہینہ کے بعد پان کھاکر جو لطف آیا اس کا اندازہ پان کھانے والے ہی کر سکتے ہیں۔ بمبئی سے روانگی کے وقت مولوی فضل اللہ صاحب فاروقی بھی آگئے تھے، بڑی محبت سے بغلگیر ہوئے اور حج کی مبارکباد دی۔

۱۳ر نومبر ۱۹۵۱ء پیر کے دن علی گڑھ پہنچے۔ اسٹیشن پر یونیورسٹی اور شہر کے بہت سے لوگ موجود تھے انھوں نے ہمارے گلے میں محبت کے ہار ڈالے اور ہمیں پھولوں سے لاد دیا۔ اس وقت کچھ اس قدر جذبات طاری ہوگئے تھے کہ ہم کسی کا شکریہ ادا نہ کر سکے۔ ہم ان حضرات کے از حد ممنون ہیں خدا انھیں بھی حج کی توفیق عطا فرمائے گھر پہنچکر جو مسرت ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ ہمارے چھوٹے بچوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اتنے دنوں کے بعد اپنی ماں کا منہ دیکھنا ان کے لئے عید کا چاند دیکھنے کے برابر تھا علی گڑھ کئی دن تک ملنے جلنے اور دعوتوں کے سلسلے جاری رہے۔ حج کی مبارکبادیاں نثر اور نظم میں دی گئیں۔ آخر میں ہم دونوں خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اسی کے فضل سے حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی کے کرم سے اتنا طویل سفر اطمینان کے ساتھ پورا ہوا۔

لوگ اب مجھے حاجی کہتے ہیں۔ تن تو حاجی ہوگیا من بھی حاجی ہوا ہے یا نہیں، اسے خدا ہی جانتا ہے۔ اگر من کی تڑپ اللہ کو بھا جائے اور تن کی سعی وہ قبول کر لے تو تن اور من دونوں کا بیڑا پار ہے، ورنہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

ہم نے پانچ لاکھ مسلمانوں کے ساتھ فریضۂ حج ادا کیا

خانہ کعبہ کی کشش دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمانوں کو کھینچ لاتی ہے

حکومت سعودیہ کے اعلان کے مطابق ۱۹۵۰ء مطابق ۱۳۶۹ھ میں پانچ لاکھ مسلمان ادائے حج کے لئے مکہ معظمہ پہونچے۔ ذیل میں کچھ ممالک کے حاجیوں کی تعداد درج کی جاتی ہے۔

افغانستان ۵۰۵، انڈونیشیا ۹۸۹۲ ایران ۳۴۱۸ بخارا ۱۷۴ برما ۷
پاکستان ۱۴۸۸۲ ترکی ۷۴۲۴ چین ۱۸۱ حبشہ ۶۹ سوڈان ۲۵۴۹
سیلون ۳۷ شام ۱۸۶۱ عراق ۱۰۷۳ فلپائن ۷۶۱ فلسطین ۶۲
مصر ۹۵۴۴۲ ملایا ۳۸۷۷ ہندوستان ۱۳۰۹۱

نغماتِ تہنیت

از مولانا ضیاء احمد صاحب بدایونی، ریڈر شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

خدا کا شکر کہ حج کر کے اب بخیر آئے — حجازِ پاک سے سوئے وطن زہیر آئے
نظر اٹھا کے نہ دیکھا حرم کی جانب ہی — اگرچہ راہ میں لاکھوں کنشت و دیر آئے
یہ سچ ہے بحرِ مصائب ہزار راہ میں حائل — شناورانِ محبت اسے بھی تیر آئے
یہ خاکِ طیبہ سے کہتا ہے آبلہ دل کا — محال ہے کہ مجھے چین تجھ بغیر آئے

ضیا لگائیں نہ آنکھوں سے کیوں قدم اُنکے
کہ جن سے کر کے دیارِ نبی کی سیر آئے

از سید ظہیر الدین علوی صاحب رجسٹرار جامعہ اردو علی گڑھ

بتائیں آپ ہم کو خانۂ کعبہ میں کیا دیکھا — بہارِ جانفزا دیکھی ریاضِ کبریا دیکھا

ہزاروں آرزوؤں خواہشوں کا کعبہ مسکن ہے — مرادِ عاشقاں ٹوٹے دلوں کا آسرا دیکھا

تمھارے اس سفر پہ دل مبارکباد دیتا ہے — تمھاری زندگی دیکھی تمھارا مدعا دیکھا

مدینے کو ہوئے عازم فراغت پائی جب حج سے — وہاں پہنچے تو تم نے روضۂ شمس الضحیٰ دیکھا

مری آنکھیں مدینے کو ترستی ہی رہیں لیکن — مبارک ہو کہ تم نے روضۂ نور الہدیٰ دیکھا

لگا لوں کیوں نہ سینے سے اُن آنکھوں کو جن آنکھوں نے — انیسِ محرماں شانِ خدا کا مقتدا دیکھا

ظہیر اب یہ دعا ہے یہ سفر بخشش کا ساماں ہو
سروں پر سایہ افگن اُس نبی کا اپنے داماں ہو

از خواہر عزیز مہر جہاں وارثی

تمنا جن کے آنے کی تھی اے جانِ حزیں آئے — خدا کا شکر ہے واپس سفر سے ہادیں آئے

سفر کیسا تھا کہ جس پر سو وطن کی راحتیں قرباں — سفر کیسا سفر کو رشک جس پر ملتیں آئے

سفر اُن کا وسیلہ تھا ظفر کا کیا تعجب ہے — اگر ہاتف سے سن کر مژدۂ فتح مبیں آئے

بہت خوش ہو کے لوٹیں نعمتیں حق کے خزانے سے — درِ بخشش سے بھر کر اپنے جیب آستیں آئے

لگائیں کیوں نہ سب آنکھوں سے خاک ان پاک قدموں کی — کہ جن سے چھو کے بطحا کی مقدس زمیں آئے

ذرا دیکھیں اُن آنکھوں کا مقدر دیکھنے والے — کہ جن سے دیکھ کر دربارِ ختم المرسلیں آئے

گئے عرفات پر جب بادۂ عرفاں کے متوالے — ملک سے لے کر انھیں پروانۂ خلدِ بریں آئے
درخشاں ہو گئی تقدیر کعبہ کی نمازوں سے — کہ یہ سجدے دلوں سے چمکا کر خطِ لوحِ جبیں آئے
زہے بختِ رسا سعیِ صفا کا یہ صلہ پایا — خدا کے گھر سے لے کر دولتِ صدق و یقیں آئے
تعالی اللہ قسمت زائرانِ کوئے طیبہ کی — فلک سے جن کے استقبال کو روح الامیں آئے
مسرت میں زبیر اور زاہدہ خاتون کی مدحیہ — جو لکھی ہے پسند ان کو یہ نظمِ دلنشیں آئے

دعا ہے مظہرؔ کی سب خوش رہیں اس طرح یہ بھی ہیں
حریمِ قدس سے جس طرح اس گھر کے مکیں آئے

قطعاتِ تاریخ

از حاجی انیس مصطفیٰ صاحب آئینا زبیری

ہے اسمِ گرامی محمد زبیر — شعارِ تجلیٔ خیر الامم
معیت میں بیوی کی حج کر لیا — خدا نے کیا اُن پہ اپنا کرم
طوافِ حرم سے مشرف ہوئے — بڑھے سعی و عمرہ میں اُنکے قدم
وطن کو مع الخیر واپس ہوئے — ہوا جذبۂ شوق لیکن نہ کم
ہوئی مجھ کو تاریخِ ہجری کی فکر — نئے ڈھب سے ہونے لگی یوں رقم

ملا کر فقط نام اُن کا "زبیر" — ۲۱۹
کہا "حجِ مبرورِ بیت الحرم" — ۱۱۵۰

۱۳۶۹ھ

از منظور علی صاحب فاروقی تمنا بجنوری

پس حج و دیدار بیت حبیب — زہیر مکرم چہ آمد بہ خیر
تمنا نوشت از سر قول و فعل — مشرف از حج شد بہ زوجہ زہیر

ق ف
۱۰۰ ۸۰
۱۱۸۹

۱۳۶۹ھ

● صرف قطعات تاریخ چھپنے باقی رہ گئے تھے کہ والدہ صاحبہ اس دنیا سے کوچ کر گئیں۔ خدا بخشے میری ماں کو۔ اُن کی یاد ہمارے حج سے ہمیشہ وابستہ رہے گی۔ اس لئے کہ جب سفر حج کے موقع پر بچوں کی دیکھ بھال کرنے اور گھر بار کی ذمہ داری اٹھانے کا سوال پیدا ہوا تو مرحومہ نے باوجود پیرانہ سالی کے سب بار اٹھا لیا اور اُن کی بدولت ہم دونوں نے فریضۂ حج سکون و اطمینان کے ساتھ ادا کیا۔ اس کتاب کے پڑھنے والوں سے درخواست ہے کہ وہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

حصّہ دویم

خدا کا گھر

"اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو
وہ اس کا حج کرے"
(آل عمران ۱۰)

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

!

حج کے دینی و دنیوی فائدے

"حج اسلام کا صرف مذہبی رُکن نہیں، بلکہ وہ اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، یعنی قومی و ملّی زندگی کے ہر رُخ اور ہر پہلو پر حاوی اور مسلمانوں کی عالم گیر بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بلند منارہ ہے۔"

(سیرت النبی جلد پنجم)

حج اسلام کا چوتھا رکن ہے۔ مگر یہ درحقیقت اسلام کی تفسیر۔ اتحاد امن اور سلامتی کا پیغام ہے۔ اسلام کی عبادات نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور جہاد میں اقرار عبودیت۔ ضبط نفس۔ مالی اور جانی قربانی کی جو تعلیم دی گئی ہے اُسے بجا لانے کی صلاحیتیں حج بیدار کرتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ "جب تک انھوں نے حج نہ کیا تھا انھیں اس معاملہ میں تردد تھا کہ اسلامی عبادات میں سب سے افضل کونسی عبادت ہے مگر جب انھوں نے خود حج کرکے اس کے بے حساب فائدوں کو دیکھا تو بے تامل پکار اُٹھے کہ حج سب سے افضل ہے۔"

حج میں جو بے شمار فائدے پوشیدہ ہیں اُن کی خبر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی تھی انھوں نے اعلان فرمایا کہ لوگ مکہ آکر بچشم خود دیکھ لیں کہ حج میں کیسے کیسے دینی و دنیوی فائدے ہیں۔

حج کے دینی فائدے

دنیا میں ایک اچھا سماج بنانے کے لئے پہلے افراد کی سیرت کی اصلاح کرنی پڑے گی۔ حج سیرت کی اصلاح کرنے کے لئے پہلے افراد کی اندرونی کثافتوں کو صاف کرتا ہے اسی لئے حج کی پہلی شرط گناہوں سے اجتناب کرنا اور حیوانی قوتوں کو قابو میں رکھنا ہے۔ حج کے زمانہ میں تو وہ باتیں بھی حرام ہو جاتی ہیں جو عام زندگی میں جائز ہیں مثلاً یہ لازم ہو جاتا ہے کہ بیوی سے پرہیز رکھے۔ ہر جاندار

کے جان و خون کا احترام کرے یہاں تک کہ چیونٹی یا جوں تک کو بھی نہ مارے اور نہ کسی درخت کو نقصان پہنچائے اور اگر ان احکام میں سے کسی ایک کی بھی خلاف ورزی ہو جائے تو کفارہ[1] ادا کرنا پڑتا ہے۔ حج کے اس پہلو کو سمجھنے کے لئے انسان کی بناوٹ کو غور سے دیکھیے۔ آدمی میں دو قسم کی قوتیں ہیں۔ ملکوتی اور حیوانی۔ پہلی قوت اعلیٰ صفات پیدا کرتی ہے اور دوسری ادنیٰ جذبات ابھارتی ہے۔ اسلام حج میں مختلف ارکان کے ذریعہ خیر کی طرف رغبت اور شر سے نفرت پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ دنیا میں ایسی ملت کی تخلیق چاہتا ہے جو انسانوں کو نیکی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے یعنی جو اخلاقی قدروں کے ذریعہ سماج کی فلاح و بہبود کا سامان فراہم کرے اور جس کی اجتماعی زندگی امن اور سلامتی پر قائم ہو۔

حج کے دنیوی فائدے

اگر دنیوی نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حج نے مسلمانوں کی زندگی اور اجتماعی زندگی کو بہت متاثر کیا ہے اور مسلمانوں میں اکثر علوم و فنون کو

---

[1] آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "حج اور عمرہ گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے۔ سونے اور چاندی کے میل اور کھوٹ کو صاف کر دیتی ہے۔ اور جو مومن اس دن (یعنی عرفہ کے دن) احرام کی حالت میں گزارتا ہے اس کا سورج جب ڈوبتا ہے اس کے گناہوں کو لیکر ڈوبتا ہے"

ترقی دینے میں بڑی مدد کی ہے ۔ خصوصاً علم جغرافیہ کی ترقی کا ایک بڑا سبب سفرِ حج کو بتایا جاتا ہے اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ دور دراز ملکوں سے کعبہ تک پہونچنے کے لئے خشکی اور تری کے راستوں کو جاننے کی ضرورت پڑی جس نے مسلمانوں کو فنِ جغرافیہ کی طرف مائل کیا اور ان میں خشکی اور تری پر قدرت پانے کی خواہش پیدا ہوئی ۔ ان ضرورتوں نے مسلمانوں کی ذہنی صلاحیتوں اور اختراعی قوتوں کو

۵؎ مشہور مورخ اسکاٹ (SCOTT) نے "ہسٹری آف دی مورش ایمپائر ان یورپ" میں ۔ علامہ جرجی زیدان نے "علوم عرب" میں ۔ یاقوت رومی نے اپنے جغرافیہ "تقویم البلدان" میں لکھا ہے کہ مسلمانوں میں جغرافیائی معلومات بڑھانے کا ایک زبردست سبب سفرِ حج ہے ۔ مسلمانوں نے فنِ جغرافیہ میں جو اضافے کئے ہیں انھیں بیان کرتے ہوئے اسکاٹ نے اپنی متذکرہ بالا کتاب میں ایک مسلم جغرافیہ داں ادریسی کے متعلق لکھا ہے "قرونِ وسطیٰ کے جغرافیہ داں ہزار شہرت پائے ہوئے ہوں مگر کسی کا چراغ ادریسی کی شہرت کے آفتاب کے سامنے نہ جل سکا" ۔ اسی مورخ نے پھر لکھا ہے ۔ "ادریسی کی تصانیف نے دنیائے سائنس میں ایک دورِ جدید کی بنیاد ڈالی ۔ نہ صرف وہ تاریخی واقعات جو انھوں نے درج کئے ہیں بیش قیمت ہیں بلکہ انھوں نے جو تفاصیل دنیا کے بہت سے ممالک کی دی ہیں وہ اس وقت تک مستند ہیں ۔ تین سو برس کامل تمام جغرافیہ داں ادریسی ہی کے نقشوں کو بلا کسی تغیر و تبدل کے نقل کرتے رہے" ۔

ادریسی نے چاندی کا ایک کرۂ مسطحہ بنایا تھا جس کا قطر تقریباً چھ فٹ اور وزن قریباً ساڑھے پانچ من تھا اس کرہ میں زمین و آسمان کی ہر کیفیت درج تھی ! اسکے ایک طرف ستارے اور برج تھے ، دوسری طرف خشکی اور تری سے زمین کے سارے حصے نمایاں کئے تھے ۔

اُبھارا اور اُن کے علوم و فنون اور ایجادات نے انسانیت کو بڑا فائدہ پہونچایا اور دنیا میں اعلیٰ تہذیب[1] و تمدن پھیلانے میں بڑا حصّہ لیا۔

حج نے مسلمانوں میں سیر و سیاحت کا جذبہ اُبھارا۔ ابن بطوطہ[2]۔ ابن جبیر[3] اندلسی اور بہت سے ایسے نامور مسلم سیاح گذرے ہیں جو اصل میں گھر سے کعبہ کی

---

[1] مورّخ اسکاٹ نے لکھا ہے۔ "موجودہ تہذیب و تمدن کا وجود انہی لوگوں (مسلمانوں) کی مساعیٔ شاقہ کا نتیجہ ہے۔"

ڈاکٹر سر پی۔ سی۔ رائے فرماتے ہیں (۱) "مسلمانوں نے سائنس علوم و فنون اور فلسفہ کی جو شاندار خدمات انجام دی ہیں وہ میری آنکھوں کے سامنے ہیں (۲) اگرچہ میں خود مسلمان نہیں ہوں لیکن اسلام نے علوم و فنون میں جو بازی جیتی ہے اس کو سوچتا ہوں تو میرا ایشیائی دل فخر و مسرت سے پھول جاتا ہے۔ (۳) جب یورپ کی دنیا بربریوں کے حملہ سے زوال پذیر ہو کر ناگفتنی تاریکی کے گڑھے میں جا پڑی تھی اگر اس وقت اسلام کو نہ پہنچا اور اعلیٰ علوم کی تخم ریزی کر کے اُس کی پوری پرداخت نہ کرتا اور حق و حریت کی جان بخش آب و ہوا میں اُن کی تربیت کر کے انھیں پھلنے پھولنے نہ دیتا تو میں پوچھتا ہوں کہ آج دنیا کہاں ہوتی۔ اور تہذیب جدید کا نشان کہاں ملتا!"

[2] ابن بطوطہ ایک بڑا نامور سیاح تھا۔ وہ ۷۲۵ھ میں گھر سے سفر حج کی نیت سے نکلا تھا اور پھر ستائیس اٹھائیس برس تک مختلف ممالک کی سیر کرتا رہا۔ وہ محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں ہندوستان بھی آیا تھا۔

[3] محمد ابن جبیر اندلسی (المتوفی ۱۲۱۷ء) دو بار حج سے مشرف ہوا اور مختلف ممالک کی سیر سیاحت کر کے غرناطہ واپس آیا۔

زیارت کے لئے نکلے لیکن پھر ان میں جہاں بینی کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ انھوں نے افریقہ کے صحراؤں۔ وسط ایشیا کے علاقوں اور ہندوستان کے میدانوں کو چھان مارا اور اُن کے تجربات سفر نے تاریخ و جغرافیہ کے علوم کو مالا مال کر دیا۔

حج نے مسلمانوں میں تجارت کا شوق بھی پیدا کیا۔ جغرافیائی معلومات اور سیاحت نے ان میں تجارتی سوجھ بوجھ پیدا کی۔ پھر حج کے زمانہ میں مسلمانوں کو تجارت کے ذریعہ روزی کمانے کی اجازت بھی دیدی گئی جس نے بین الاقوامی تجارت کے لئے راہیں کھول دیں۔

حج نے عالمگیر تنظیم کی بھی بنیاد ڈالی اُس وقت دنیا اس قسم کی تنظیم سے بالکل نا آشنا تھی یہاں تک مغربی سیاست دانوں کو بھی اس کی افادیت کا احساس بیسویں صدی سے پہلے نہ ہوا۔ اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بین الاقوامی اتحاد کے نظریئے جو آجکل جہانِ سیاست بنے ہوئے ہیں وہ اصل میں اُن اجتماعی تصورات کی بازگشت ہیں جن کو اسلام نے حج کی شکل میں پیش کیا تھا۔

حج مسلمانوں میں مساوات۔ اخوت اور اجتماعی قوت پیدا کرنے کا بھی ایک ذریعہ ہے۔ ہر نسل اور ہر مرتبہ کے مسلمان ایک سطح پر جمع ہو کر اسلام کے جماعتی نظام کی وحدت کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اس اجتماع کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے وطنی اور نسلی اختلافات کو اخوت میں سمو کر ان میں محبت بھائی چارہ اور رابطہ قائم کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جس قوم میں مساوات، اخوت اور محبت کے جذبات موجزن ہوں گے اس میں خود بخود ایک اجتماعی قوت پیدا ہو جائیگی

ایک شرط

الغرض حج دینی و دنیوی بھلائیوں کا ایک سرچشمہ ہے مگر اس سے بہرہ مند ہونے کے لئے **خلوص** شرط ہے۔ حج کے ظاہری ارکان میں جس قدر خلوص ہوگا اُسی قدر حج کے حقیقی فائدے نمایاں ہوتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ جو لوگ **خلوص** کے ساتھ حج کرتے ہیں، انھیں آنحضرت صلعم نے یہ بشارت دی ہے۔

"جس نے خدا کے لئے حج کیا اور اُس میں ہوس رانی نہ کی اور نہ گناہ کیا تو وہ ایسا ہو کر لوٹتا ہے جیسے اُس دن تھا جس دن اُس کی ماں نے اس کو جنا۔"

حج کی ابتداء

حج کی ابتداء دنیا کے قیام کے وقت سے ہی ہو گئی تھی۔ سب سے پہلا حج حضرت آدم علیہ السلام نے کیا۔ آپ اس حج کے لئے ہندوستان سے گئے تھے۔ اس لئے یہ فخر ہندوستان کو حاصل ہے کہ سفرِ حج کی ابتداء اس کی سرزمین سے ہوئی، حضرت آدم نے ہندوستان سے پاپیادہ جاکر چالیس حج کئے تھے، اس کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے زمانہ میں حج کرتے رہے۔ غرضکہ کعبہ ابتدائے آفرینش سے خدا پرستی کا مرکز رہا ہے۔

لیکن حج جن آداب اور مراسم کے ساتھ سنہ ۹ھ سے کیا جاتا ہے اس کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے ہوئی۔ آج سے چار ہزار برس پہلے حضرت ابراہیم عراق میں پیدا ہوئے تھے۔ جب انھوں نے توحید کی صدا بلند کی تو ان کی قوم نے انھیں سخت تکلیفیں دیں، بالآخر اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ وطن سے نکل کر مصر اور فلسطین گئے ہر جگہ سے مصیبتیں اٹھاکر عرب پہنچے اور مکہ کے صحرا میں اپنے بڑے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو آباد کیا۔ چند روز کے بعد خدا نے[1] حضرت ابراہیم کو یہاں

---

[1] "اور جب ہم نے ابراہیم کے لئے اس گھر کی جگہ مقرر کی۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ یہاں شرک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو۔"

(الحج-۲۶)

بنائی کہ اسی جگہ وہ معبد تھا جس کا حضرت آدم حج کیا کرتے تھے۔ یہاں عمارت کے کچھ آثار بھی نظر آئے، چنانچہ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے اس مقدس معبد کی از سر نو تعمیر شروع کر دی۔ دونوں معماروں نے بڑی دعاؤں کے ساتھ اپنے معبود کے گھر کو بنایا۔ جب یہ بن کر تیار ہو گیا تو خدا نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ اس گھر کے

ف۱ "اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل اس گھر کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے کہ پروردگار ہماری اس کوشش کو قبول فرما۔ تو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے پروردگار اور تو ہم دونوں کو اپنا مسلم (اطاعت گزار) بنا۔ اور ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو اور ہمیں اپنی عبادت کا طریقہ بتا اور ہم پر بخشش کی نظر رکھ کہ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

پروردگار اور تو ان لوگوں میں ان ہی کی قوم سے ایک ایسا رسول بھیجو جو انھیں تیری آیات سنائے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور اُن کے اخلاق درست کرے یقیناً تو بڑی عزت والا اور بڑا حکیم ہے۔" (البقرہ - ۱۵)

ف۲ خدا کا پہلا گھر یعنی کعبہ ہدایت اور امن کا مرکز ہے اسے قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔

"یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہ وہی تھا جو مکہ میں تعمیر ہوا۔ برکت والا گھر اور سارے جہان کے لئے مرکز ہدایت۔ اس میں اللہ کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ مقام ابراہیم ہے اور جو یہاں داخل ہو جاتا ہے اس کو امن مل جاتا ہے۔" (آل عمران - ۱۰)

"اور جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرکز و مرجع اور امن کی جگہ بنایا اور حکم دیا کہ ابراہیمؑ کے مقام عبادت کو جائے نماز بنالو اور ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو ہدایت کی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والے اور ٹھہرنے والے اور رکوع اور سجدہ کرنے والے لوگوں کے لئے پاک صاف رکھو۔" (البقرہ - ۱۵)

حج کا اعلان[۱] عام کر دو کہ ایک خدا کے ماننے والے دنیا کے ہر گوشہ سے آکر یہاں جمع ہوا کریں اور دین و دنیا کے فائدے حاصل کریں۔

حضرت ابراہیم کے بعد

حضرت ابراہیم کے بعد دنیا میں جہالت کا ایک ایسا دور آیا کہ لوگ اپنے اصلی معبود کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرنے لگے۔ اس زمانے میں خدا کا گھر بت خانہ[۲] بن گیا اور

---

[۱] "اور لوگوں میں حج کی عام منادی کر دو کہ تمھارے پاس آئیں۔ خواہ پیدل آئیں یا ہر دور دراز مقام سے دبلی اونٹنیوں پر آئیں۔ تاکہ یہاں آکر دیکھیں کہ ان کے لئے کیسے کیسے دینی و دنیوی منافع ہیں۔ اور ان مقرر دنوں میں ان جانوروں پر جو اللہ نے ان کو دئے ہوں اللہ کا نام لیں (یعنی قربانی کریں) اور اس سے خود بھی کھائیں اور تنگ دست اور محتاج لوگوں کو بھی کھلائیں۔" (الحج - ۴)

[۲] کعبہ میں ۳۶۰ بت تھے، سب سے بڑا بت ہبل کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ عرب میں بت پرستی کا بانی عمرو بن لحی تھا۔ ایک مرتبہ وہ شام کے کسی شہر میں گیا وہاں لوگوں کو بتوں کو پوجتے دیکھا چنانچہ خود بھی بت پرستی کی طرف مائل ہو گیا اور وہاں سے چند بت لاکر کعبہ کے پاس رکھ دئے جو لوگ حج کو آتے وہ واپس جاتے ہوئے حرم کے پتھر لے جاتے تھے اور ان کو اصنام کعبہ کی صورت پر بنا کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ اس طرح بت پرستی سارے عرب میں پھیل گئی۔

حج میں وحشیانہ[1] رسمیں شامل ہو گئیں۔ یہ حالت مدتوں تک جاری رہی اور جب دنیا میں گمراہی پھیل گئی تو قانون قدرت کو حرکت ہوئی اور خدا نے اپنے آخری رسول محمد صلعم کو بھیجا۔ اسطرح وہ دعا پوری ہو گئی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت مانگی تھی

---

[1] جاہلیت کے زمانہ میں بڑی عجیب و غریب رسمیں جاری تھیں۔ گونگا حج۔ بھوکا اور پیاسا حج ایجاد کر لیا تھا۔ یعنی حج کے دنوں میں بات چیت کرنا اور کھانا پینا ترک کر دیتے تھے۔ پیدل حج کرنے کی نذر مانی جاتی تھی۔ طواف برہنہ بھی کر لیا کرتے تھے۔ قربانی کرنے کے بعد خون کعبہ کی دیواروں پر لگا دیتے اور گوشت جلا دیتے تھے۔ اس قسم کی چند رسموں کا حال سیرۃ النبی کی پانچویں جلد میں لکھا ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔

"آنحضرت صلعم نے ایک بڈھے کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے سہارے پیادہ پا جا رہا ہے، وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ اس نے پیادہ پا چلنے کی نذر مانی ہے۔ ارشاد ہوا کہ خدا اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنی جان کو عذاب میں ڈالے چنانچہ آپ نے اس کو سواری پر جانے کا حکم دیا۔ اسی طرح عورتیں خانہ کعبہ تک کھلے سر اور برہنہ پا جانے کی نذر مانتی تھیں۔ آپ نے ایک بار اسی قسم کی عورت کو دیکھا تو فرمایا کہ خدا اس پریشان حالی کا کوئی معاوضہ نہ دے گا اس کو سوار ہونا اور دوپٹہ اوڑھنا چاہیئے۔"

"بعض لوگ طواف کرتے تھے تو اپنے گنہگار اور مجرم ہونے کی حیثیت کو مختلف نامناسب طریقوں سے ظاہر کرتے تھے۔ کچھ لوگ ناک میں نکیل ڈال لیتے تھے اور اس کو پکڑ کر ایک شخص کھینچتا پھرتا تھا۔ آنحضرت صلعم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اسی طریقہ سے طواف کر رہا ہے تو اس کی نکیل کٹوا دی اسی

(حاشیہ صفحہ ۱۴۰ پر دیکھیے)

حج کی تجدید

آنحضرت صلعم نے توحید۔ اخلاق اور حسنِ عمل کا پیغام دیا۔ ایام جاہلیت کی رسمیں مٹا کر حج کا ازسرِ نو آغاز کیا۔ کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے اُسے اسلامی نظام کا مرکز بنایا اور ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر عمر میں ایک بار اس کا حج کرنا لازم قرار دیا، تاکہ دنیا کے ہر گوشہ اور ہر سمت کے مسلمانوں کا تعلق اپنے دینی و روحانی مرکز سے قائم رہے اور ان کی ذہنی و فکری قوتیں قلب اسلام سے تازہ خون حاصل کرتی رہیں۔

طرح آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے رسی سے اپنا ہاتھ دوسرے شخص سے باندھ رکھا ہے اور وہ اس کو طواف کرا رہا ہے۔ آپ نے رسی کاٹ دی اور فرمایا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر طواف کراؤ۔ ایک بار آپ نے دیکھا کہ دو شخص ایک رسی میں جڑے ہوئے ہیں، وجہ پوچھی تو دونوں نے کہا کہ ہم نے یہ نذر مانی ہے کہ اسی طرح جڑے ہوئے خانہ کعبہ کا حج کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس تسلسل کو توڑ دو۔ یہ نذر نہیں ہے۔ نذر وہ ہے جس سے خدا کی ذات مقصود ہو۔"

۸ھ میں فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم کعبہ میں تشریف لے گئے، آپ کے ہاتھ میں کڑی تھی اس سے ایک ایک بت کی طرف اشارہ کرتے جاتے تھے اور قرآن کی یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔ "حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی" اس کے بعد آپ نے بتوں کو کعبہ سے نکلوا دیا۔

مسلمانوں کا پہلا حج

حج ۹ھ میں فرض ہوا اور اسی سال پہلا حج مسلمانوں کے زیر اہتمام ہوا۔ اس حج کو قرآن نے حج اکبر کہا ہے۔ نو ہجری حج کی تاریخ میں بڑا مبارک اور یادگار سال تھا۔ اس سال حج کے حقیقی نقوش ابھرے اور ابراہیمی مراسم کے ساتھ ادا کیا گیا۔ اس حج میں آنحضرت صلعم شرکت نہ فرما سکے۔ آپ نے حضرت ابوبکر کو امیر حج اور حضرت علی کو نقیب اسلام مقرر فرمایا اور تین سو مسلمانوں کو مدینہ سے حج کے لئے بھیجا۔ قربانی کے لئے بیس اونٹ ان کے ساتھ کر دئے۔

حضرت ابوبکر نے حج میں جو خطبہ دیا اس میں حج کے مسائل بیان کئے۔ اس کے بعد حضرت علی نے سورۂ برأت کی چالیس آیتیں پڑھ کر سنائیں اور یہ اعلانات کئے۔

اس سال کے بعد کوئی مشرک خانہ کعبہ میں نہ داخل ہو سکے گا۔

اب آئندہ کوئی شخص برہنہ ہو کر حج نہ کرنے پائے گا۔

مشرکین کے تمام معاہدے ان کی بد عہدی کے سبب آج سے چار مہینہ بعد ٹوٹ جائیں گے۔

آنحضرت صلعم کا حج

آنحضرت صلعم نے ہجرت کے بعد صرف ایک حج کیا۔ یہ حج حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اس لئے کہ اس موقع پر آپ نے ایسے کلمات ارشاد فرمائے تھے جن سے وفات کا اشارہ ہوتا تھا۔

آنحضرت صلعم ۲۶ ذیقعدہ ۱۰ھ کو سنیچر کے دن مدینہ سے حج کے لئے روانہ ہوئے اور ۴ ذی الحجہ کو اتوار کے روز مکہ پہونچے۔ آپ کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان حج کرنے آئے تھے۔

آنحضرت صلعم اپنے جاں نثاروں کے جھرمٹ میں سادگی کا ایک مثالی پیکر بنے ہوئے تھے۔ لاکھوں انسانوں کے پیشوا اور ایک مملکت کے بانی کے جلو میں نہ نقیب تھے اور نہ چوبدار اور نہ کوئی سامانِ آرائش ساتھ تھا۔ آپ جس اونٹ پر سوار تھے اس کا کجاوہ ایک روپیہ سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔

حجۃ الوداع اسلامی تاریخ کا ایک عظیم الشان باب ہے۔ اسی حج میں آنحضرت صلعم نے نویں ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں ایک مؤثر اور بلیغ خطبہ[1] ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ میں آپ نے دنیا کو بڑائی کی نئی قدروں سے آگاہ کیا اور نسلی تفاخر اور طبقاتی امتیازات مٹا کر شرافت اور بلندی کا معیار نیکی کو قرار دیا

---

[1] خطبہ کے صرف چند حصے دئے گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

"ہاں اے لوگو۔ تم سب کا خدا بھی ایک ہی ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے۔ لہٰذا کسی عربی کو عجمی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر، کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی پیدائشی برتری یا امتیاز حاصل نہیں ہوگا۔ ہاں افضل وہی ہے۔ جو پرہیزگاری میں ہو۔ ہر مسلمان ایک دوسرے کا بھائی ہے اور تمام مسلمان ایک برادری ہیں۔"

عورتوں اور غلاموں کو انسانی حقوق کا چارٹر دیتے ہوئے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

"عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ تمھارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔"

"تمھارے غلام۔ تمھارے غلام۔ جو خود کھاؤ وہی اُن کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی اُن کو پہناؤ۔"

قرآنی احکام کو جزوِ زندگی بنانے کی تاکید کرتے ہوئے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

"میں تم میں ایک چیز چھوڑ جاتا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے، وہ چیز کیا ہے۔ کتاب اللہ۔"

خطبہ کے بعد آنحضرت صلعم نے مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا۔ "تم سے قیامت میں میری نسبت پوچھا جائے گا تم کیا جواب دوگے۔" سب نے بیک زبان عرض

کیا۔ "ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہونچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔" یہ سُن کر آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار کہا "اے خدا تو گواہ رہنا۔"

عین اُسی وقت وحی الہٰی نے دین اسلام کے مکمل ہونے کا مژدہ دیا۔ "آج میں نے تمھارے لئے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔"

غرائض نبوت کے اختتام کا یہ اعلان تھا۔

آنحضرت صلعم ۸ر ذی الحجہ سے ۱۳ر ذی الحجہ تک ارکان حج کی ادائیگی میں معروف رہے۔ ان ایام میں آپ لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دیتے اور بصیرت افروز کلمات ارشاد فرماتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے لوگوں سے فرمایا۔ "حج کے مسائل سیکھ لو۔ میں نہیں جانتا شاید اس حج کے بعد دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔" "مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئیں۔"

حج سے فارغ ہو کر آنحضرت صلعم ۱۴ر ذی الحجہ کو مدینہ تشریف لے گئے۔

خلفائے راشدین کا حج

خلافت راشدہ کے زمانے میں حج کو قومی زندگی میں جو اہمیت حاصل تھی، اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ امیر حج کی خدمت بجالانا خلیفہ کے فرائض میں شامل تھا اور اگر خلیفہ کسی وجہ سے نہ آسکتا تو اپنی طرف سے کسی کو امیر حج بنا کر بھیجتا تھا۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر اپنی خلافت کے پہلے سال حج کو نہ جا سکے تو حضرت عمر کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ اگلے سال یعنی ۱۲ھ میں انھوں نے امیر حج کے فرائض خود ادا کئے اور حج کیا۔

حضرت عمر فاروق رض

حضرت عمر جب ۱۳ھ میں خلیفہ ہوئے تو وہ بھی اپنی خلافت کے پہلے سال حج کو نہ جا سکے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امیر حج مقرر فرمایا۔ اس کے بعد وہ ہر سال حج کو جاتے رہے۔ حج کے موقع پر یہ عام اجازت تھی کہ جس کسی کو عمال حکومت کے خلاف کوئی شکایت ہو وہ خلیفہ سے آکر ملے۔ فاروق اعظم نے امراء اور عمال کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ وہ ہر سال حج میں شریک ہوا کریں تاکہ جن عمال کے خلاف بارگاہِ خلافت میں شکایت پیش ہو ان سے فوراً جواب طلب کر لیا جائے۔ حضرت عمر اپنے زمانے کے سب سے بڑے حکمراں تھے مگر سادگی کا یہ عالم تھا کہ اُن کے ایک سفر حج کا کل خرچہ دس درہم سے زائد نہ تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ

حضرت عثمان نے ۲۴ سے ۳۵ھ تک خلافت کی اور بجز دو سال کے ہر سال حج کو جاتے رہے۔ وہ حجاج کی وسیع پیمانہ پر دعوت کیا کرتے تھے اور جب تک سب حاجیوں کو کھانا نہ کھلا لیتے وہ اپنی قیام گاہ کو واپس نہ جاتے تھے۔ تاریخ اسلام کے مصنف اکبر شاہ خاں کا بیان ہے کہ حضرت عثمان مناسک حج سب سے بہتر جانتے تھے۔

حضرت علیؓ

حضرت علی کی خلافت کا زمانہ ۳۵ سے ۴۰ھ تک اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے بڑی بے چینی میں گزرا اس لئے وہ اپنی خلافت کے دوران میں حج کو نہ جا سکے لیکن نائب برابر بھیجتے رہے۔ حضرت علی نے خلیفہ ہونے سے پہلے کئی حج کئے تھے ۹ھ کے حج میں آنحضرت صلعم نے ان کو نقیب بنا کر بھیجا تھا۔ حجۃ الوداع میں بھی انھیں آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل تھا۔

خلفائے بنی امیہ کا حج

خلافت بنی امیہ[1] کے بانی حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے ایام خلافت (۴۱ — ۶۰ھ) میں دو حج کئے۔ مسجد حرام میں اب تک خطبہ کے لئے کوئی منبر نہ تھا۔ امیر معاویہ جب حج کو آئے تو انھوں نے ایک منبر حرم میں رکھوایا۔ خانۂ کعبہ پر اب تک نیا غلاف پرانے غلافوں کے اوپر ہی چڑھا دیا جاتا تھا انھوں نے حکم دیا کہ نیا غلاف چڑھاتے وقت پرانا غلاف اتار لیا جائے۔ مکہ میں پانی کی قلت تھی انھوں نے وہاں نہریں بنواکر اہلِ حرم کی اس تکلیف کو دور کیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

خلافت بنی امیہ کے دوسرے حکمراں یزید کی موت کے بعد سوائے اہلِ شام کے تمام عالمِ اسلامی نے عبداللہ بن زبیر کی خلافت تسلیم کر لی تھی۔ وہ اپنے عہدِ خلافت (۶۴ تا ۷۳ھ) میں امیر حج کے فرائض خود ہی ادا کرتے رہے۔ اس زمانے میں مسلمانوں کے باہمی اختلافات کی وجہ سے قبائے خلافت کے کئی ٹکڑے ہو گئے تھے۔ تاریخ الامت میں لکھا ہے کہ "۶۸ھ میں امت میں ایسا تفرقہ تھا کہ میدانِ عرفات میں ایک وقت میں چار جھنڈے کھڑے کئے گئے۔ ایک عبداللہ بن زبیر۔

---

[1] صرف ان خلفاء کے حالات حج ہیں جن کے حج میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ ہے۔

دوسرا محمد بن حنفیہ۔ تیسرا نجدہ بن عامر خارجی اور چوتھا بنی امیہ کا تھا لیکن خیریت رہی اور باہمی جنگ نہیں ہوئی۔ ابن زبیر کے بعد بنی امیہ کے زیر انتظام حج ہونے لگا۔[1]

سلیمان بن عبدالملک

سلیمان ۹۷ھ میں بڑے شاہانہ اہتمام سے حج کو گیا۔ خلافت بنی امیہ میں جو عیش و عشرت سرایت کر گیا تھا اس کا رنگ سلیمان کے سفر میں نمایاں تھا۔ خلیفہ کے ساتھ سامان کی کثرت کا اس سے اندازہ کیجئے کہ صرف اس کے پہننے کے کپڑے سات سو اونٹوں پر رکھے ہوئے تھے۔ سلیمان کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی تھے۔ سلیمان نے اُن سے کہا "دیکھتے ہو کس قدر خلقت ہے جس کی تعداد خدا ہی جانتا ہے"۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ "اے امیرالمومنین آج یہ سب آپ کی رعیت ہیں اور فردائے قیامت کو آپ کے دشمن ہوں گے" یہ سُن کر سلیمان خوب رویا۔ سلیمان بہت تنومند اور بسیار خور تھا۔ مدینہ شریف میں ایک دعوت کے موقع پر اُس نے چوراسی دُنبوں کی سریاں اور گردے کھائے اور سب ہضم کر لئے۔

ہشام بن عبدالملک

خلیفہ ہشام نے ۱۰۶ھ میں حج کیا ایک دن کعبہ میں ہشام کی ملاقات حضرت عمر کے

---

[1] رسالہ معارف جلد ۱۸ ۱۹۲۶ء

پوتے سالمؒ سے ہوگئی۔ وہاں ان دونوں میں جو گفتگو ہوئی وہ سننے کے قابل ہے۔ ہشام نے سالمؒ سے پوچھا "آپ کو کسی چیز[1] کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائیے۔ حضرت سالمؒ نے فرمایا کہ اللہ کے گھر میں اللہ کے سوا اور کسی سے مانگنا شرم کی بات ہے۔ جب دونوں کعبہ سے نکل آئے تو پھر ہشام نے اُن سے دریافت کیا کہ اب تو باہر آگئے ہو جو درکار ہو طلب کرو۔ سالمؒ نے فرمایا کہ میں تم سے کیا طلب کروں؟ آخرت کی چیز یا دنیا کی؟ ہشام نے کہا دنیا کی۔ سالمؒ نے جواب دیا کہ دنیا تو میں نے اس کے مالک حقیقی سے بھی کبھی طلب نہیں کی پھر بھلا تم سے (جو اس کے مالک بھی نہیں ہو) کیوں طلب کروں"۔

---

[1] رسالہ معارف جلد ۱۸ سنہ ۱۹۲۶ء

خلفائے عباسیہ کا حج

خلافت عباسیہ کے دوسرے خلیفہ ابوجعفر منصور نے اپنے عہد خلافت میں دو حج کیے۔ ایک ۱۴۰ھ میں دوسرا ۱۴۵ھ میں۔ حرمین پہونچکر اس نے اپنی سخاوت کے دریا بہادئے اور مکہ مدینہ کے لوگوں کو انعامات واکرامات سے مالامال کردیا۔ منصور کی نسبت لکھا ہے کہ وہ آخر شب کو دارالندوہ (اپنے گھر) سے نکل کر حرم میں نماز پڑھتا تھا اور طواف کیا کرتا تھا جب صبح قریب ہوتی تو گھر میں چلا جاتا اور اذان کے بعد پھر حرم میں آکر نماز پڑھایا کرتا۔

منصور ۱۵۸ھ میں تیسرا حج کرنے گیا مکہ تھوڑی دور رہ گیا تھا کہ موت کا فرشتہ آن پہونچا اور وہ ۸ر اکتوبر ۷۷۵ء کو اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

مہدی

منصور کا بیٹا مہدی تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد ۱۶۰ھ میں حج کو گیا۔ مکہ معظمہ پہونچکر اس نے ایک قیمتی غلاف کعبہ پر چڑھایا۔ اہل مکہ اور مدینہ کو بیشمار عطیات وانعامات دئے۔ تین کروڑ درہم اور ایک لاکھ پچاس ہزار ملبوسات تقسیم کئے۔ اسی سال مہدی نے مسجد حرام اور مسجد نبوی کی توسیع اور تعمیر کرائی جب مہدی ۱۶۴ھ میں پھر حج کرنے گیا تو اس نے مسجد حرام کی جنوبی سمت بھی توسیع کرنے کا حکم دیا۔ معماروں نے کہا کہ اس تعمیر میں روپیہ بہت

لگے گا۔ مہدی نے جواب دیا "کچھ پرواہ نہیں ہے چاہے سارا خزانۂ سلطنت خرچ ہو جائے اسے بنوا کر رہوں گا" چنانچہ توسیع کا کام شروع کر دیا گیا مگر اُس کی تکمیل سے پہلے مہدی کا انتقال ہو گیا۔

ہارون رشید

ہارون نے خلیفہ ہونے کے بعد یہ دستور بنا لیا تھا کہ ایک سال حج کے لئے جاتا اور ایک سال جہاد کرتا اور جس سال حج کو نہ جا سکتا اُس سال اپنی طرف سے تین سو آدمیوں کو حج کے لئے بھیج دیتا۔ خلفائے بنی اُمیہ اور عباسیہ میں سب سے زیادہ حج اسی خلیفہ نے کئے تھے۔ ہارون رشید اپنی خلافت کے پہلے سال (۱۷۰ھ) بغداد سے پیدل حج کے لئے گیا۔ راستہ میں ایک منزل سے دوسری منزل تک فرش بچھا دیا جاتا تھا۔ ہارون کے متعلق لکھا ہے کہ "اُسے طواف کا بھی بہت شوق تھا اور اس سرعت سے طواف کرتا تھا کہ کوئی ساتھ نہ دے سکتا تھا۔ مغرب اور عشاء کے درمیان تیرہ طواف کر لیا کرتا تھا"۔

ہارون رشید نے اپنی خلافت کے زمانے میں نو حج کئے لیکن ۱۸۶ھ میں اُس نے جو حج کیا وہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اسی حج کے موقع پر ہارون نے اپنے دونوں بیٹوں امین اور مامون کی خلافت کے متعلق اقرار نامے مرتب کرائے اور انھیں کعبہ میں آویزاں کرا دیا۔ اس حج میں ہارون نے اپنی سخاوت کا خوب اظہار کیا اور مکہ و مدینہ میں انعامات پر دس لاکھ پچاس ہزار دینار صرف کئے۔

ہارون کی بیوی زبیدہ بھی ۱۸۶ھ میں حج کرنے گئی تھی اس کے سفر کی یادگار ایک نہر آج تک مکہ میں قائم ہے۔ زبیدہ نے اہل مکہ کو پانی کی تکلیف میں مبتلا دیکھ کر ایک نہر بنوانے کا حکم دیا جو نہر زبیدہ کے نام سے مشہور ہے۔ سید امیر علی نے لکھا ہے کہ اس نہر پر پچیس لاکھ دینار صرف ہوا تھا۔

ہارون رشید تیئیس سال ڈھائی مہینے حکومت کر کے ۳ جمادی الثانی ۱۹۳ھ مطابق ۲۴ مارچ ۸۰۹ء کو اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ہارون کے متعلق تاریخ اسلام کے مصنف اکبر شاہ خاں نے لکھا ہے کہ وہ "بہادر اور سپاہی منش انسان تھا۔ وہ بڑی خوشدلی اور مسرت کے ساتھ گھوڑے کی زین پر بیٹھتا اور برس صرف کر دیتا تھا لیکن جب صوفیوں کی مجلس میں بیٹھتا تو ایک تارک الدنیا صوفی اور درویش نظر آتا تھا۔ جب فقہا کی مجلس میں ہوتا تھا تو وہ اعلیٰ درجہ کا فقیہہ اور جب محدثین کی صحبت میں ہوتا تھا تو اعلیٰ درجہ کا محدث ثابت ہوتا تھا۔ حج۔ جہاد اور خیرات تین چیزوں کا اس کو بہت شوق تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا رقیق القلب بھی تھا۔ جب کوئی شخص اس کو نصیحت کرتا اور دوزخ سے ڈراتا تو وہ زار و قطار رونے لگتا تھا" ہارون نے مرنے سے پہلے قبر کھدوا کر اپنی چارپائی اس کے پاس بچھوالی تھی اور بستر علالت پر پڑے پڑے قبر کو دیکھتا رہا۔ اسی حالت میں انتقال ہو گیا۔

ہارون رشید کے بعد پھر کسی عباسی خلیفہ کو حج کرنے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔

حصّہ سوئم

آپ حج کس طرح کریں

میرے سفرنامہ کا تیسرا حصہ "آپ حج کس طرح کریں" ستمبر ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا اور اسے علیحدہ ہی رکھنے کا ارادہ تھا مگر بعض احباب کی رائے پر میں تیسرے حصہ کو بھی پہلے اور دوسرے حصے کے ساتھ شامل کر رہا ہوں۔ اس حصہ میں حج و زیارت کے ضروری مسائل، ہر موقع کی دعائیں، حج کا ۸ سے ۱۲ ذی الحجہ تک کا تاریخ وار پروگرام نہایت سہل اور آسان زبان میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کتاب کی مدد سے جو صاحب حج و زیارت کریں ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ میرے اور میری بیوی کے لئے بھی خانہ کعبہ اور روضۂ نبوی میں دعائے خیر کریں۔

دعا کا طالب
حاجی محمد زبیر

فرحت منزل
بدرباغ۔ علی گڑھ
جولائی ۱۹۵۶ء

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اگر محبت کی شدت کا نام عشق ہے تو قرآن کریم کی آیت "والّذین آمنوا اشدّ حبّاً للّٰہ" کا مشہور ترجمہ چھوڑ کر اس طرح ترجمہ کر دیا جائے "مومنین عشاق الٰہی ہیں" تو میرے خیال میں زیادہ مناسب ہوگا۔ عاشق اپنی محبت کا مظاہرہ کرنے کے لئے بیتاب ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حج کو مشروع کر کے اپنے عشاق کو پورا پورا موقع دے دیا ہے کہ وہ اپنی محبت کا مظاہرہ کریں، وہ مظاہرہ کس طرح سے ہو؟ اس کے آداب اور طریقے بھی بتلا دئے ہیں جن میں سراسر دیوانگی کی روح کارفرما ہے۔ یوں تو خالق انسان نے انسان کی طبیعت میں بہت سی چیزوں کی گوارائی اور پسندیدگی پیدا کر دی ہے اور دیکھا بھی یہی گیا ہے کہ یہ کمزور انسان ساری عمر اپنی مرغوبات حاصل کرنے کی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے۔ لیکن چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کا قلب اشرف القلوب ہے۔ اس لئے اس سے یہ کہا گیا کہ ضرورت کی حد تک تو دنیا کی ہر چیز سے فائدہ اٹھائے۔ مگر مخلوق کا دیوانہ بننے کی بجائے خالق القلوب کا محب و عاشق بنے، عقل سلیم بھی اسی کی مقتضی ہے اور یہی وہ عشق ہے جو

دیوانگی کے ساتھ ساتھ فرزانگی عطا کرتا ہے۔ حج کے تمام مناسک پر غور کر جائیے محبین کی مجنونانہ اداؤں کا ایک مجموعہ ہے، کہیں نماز وقت سے پہلے پڑھی جا رہی ہے اور کہیں وقت کے بعد تاکہ عشاق پر صورت صادق آئے کہ جمال محبوب کی محویت میں نہ نماز کا ہوش رہا اور نہ اوقات کی تقدیم و تاخیر کا، دیوانہ وار چلچلاتی ہوئی دھوپ میں ادھر سے اُدھر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ کسی صاحبِ دل نے خوب کہا ہے۔

چو رسی بکوئے دلبر بسپار جانِ مضطر
کہ مباد بارِ دیگر نرسی بدیں تمنا

اور یہ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو تمام پابندیوں اور قیدوں کو توڑ کر کسی نہ کسی طرح دیارِ حبیب میں پہنچ جاتے ہیں لیکن جو اپنی مجبوریوں کی وجہ سے نہیں پہنچ سکتے وہ آتشِ فراق میں جل جل کر یہ شعر پڑھتے رہتے ہیں۔

تو اے کبوترِ بام حرم چہ می دانی
طپیدن دلِ مرغانِ رشتہ برپا را

میرے محترم حاجی محمد زبیر صاحب کا سفرنامہ اسی داستانِ عشق و محبت کی ایک کڑی ہے، مذکورہ سفرنامہ کا یہ حصہ جس میں کہ حاجی صاحب موصوف نے حج کے ضروری مسائل کو بڑی خوش اسلوبی سے جمع کیا ہے۔ میں نے پورا دیکھا موصوف نے آسان زبان میں جس عقیدت و شیفتگی سے حج کے ضروری مسائل کو جمع کر دیا

ہے۔ اس کی نظیر ان کتابوں میں جو حج کے مسائل پر لکھی گئی ہیں میری نظر سے اب تک نہیں گزری۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب عازمین حج کے لئے مفید ثابت ہو گی۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حج کے مسائل پر متعدد جامع اور مستند کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں مواد اس کتاب سے کہیں زیادہ ہے لیکن مسائل کو تشویق و ترغیب کے انداز میں پیش کر کے لوگوں کو حج کے لئے آمادہ کرنا اسی کتاب کی خصوصیت ہے۔

قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی
فاضل جامعہ ازہر (مصر)
استاد شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۹ / ستمبر ۱۹۵۵ء

ترتیب

(الف) مکہ معظمہ

صفحہ

صفحہ

(ب) مدینہ منورہ — صفحہ

ہندوپاک کے مسلمانوں کے نام

حج[1] فرض ہو جانے کے بعد آپ بلا وجہ تاخیر نہ کریں۔ اس فریضہ کی ادائگی کی خدا نے بڑی تاکید کی ہے۔ قرآن میں آیا ہے "اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک پہونچنے کی قدرت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جس نے کفر کیا۔ تو اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے،، آنحضرت صلعم نے حج کی اہمیت کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے "جو شخص زادراہ اور سواری رکھتا ہو جس سے بیت اللہ تک پہونچ سکتا ہو اور پھر حج نہ کرے تو اس کا اس حالت میں مرنا اور یہودی یا عیسائی ہو کر مرنا برابر ہے" حضرت فاروق اعظم رض نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے "جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا جی چاہتا ہے اُن پر جزیہ لگادوں وہ مسلمان نہیں وہ مسلمان نہیں،،

---

[1] حج کے لفظی معنی قصد اور ارادہ کے ہیں اور شریعت میں حج مکہ جاکر مقررہ اداب واعمال بجالانے کا نام ہے

● حج مبرور یعنی وہ حج جو سراپا نیکی ہو حسن بصری فرماتے ہیں کہ حج مبرور وہ ہے کہ حج کرنے کے بعد دنیا سے بے توجہی اور آخرت کی طرف شوق اور رغبت پیدا ہو جائے اور قلب کی حالت پہلے سے اچھی ہو جائے۔

حج کو روانگی

حج[1] کا مقدس سفر کرنے سے پہلے آپ بارگاہ خداوندی میں اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور سلامتی سفر اور قبول حج کے لئے دعا مانگیں اور اگر کسی کا قرضہ ہو اُسے ادا کریں۔ چلتے وقت عزیزوں اور دوستوں سے مل کر قصور معاف کرا لیں۔ سامان سفر صرف ضرورت کے مطابق رکھیں۔

سفر حج کے آداب

اس سفر میں آپ لوگوں سے محبت اور نرمی برتیں۔ جھوٹ سے بچیں غیبت اور چغلی سے پرہیز رکھیں۔ کسی سے جھگڑا اور فساد نہ کریں۔ توبہ و استغفار کثرت سے کریں اور اللہ کی یاد میں لگے رہیں۔ سمندری سفر میں آپ کو دس یا گیارہ روز لگیں گے۔ اس زمانہ میں دینی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیں خصوصاً مسائل حج کی کتابیں ضرور پڑھیں۔ میرے نزدیک قاری سعید احمد صاحب مفتی مظاہر العلوم سہارن پور کی کتاب "معلم الحجاج" مناسک حج سیکھنے کے لئے کافی ہے۔ خلاصہ یہ کہ دوران سفر میں آپ کم از کم حج کے فرائض۔ واجبات[2] اور اصطلاحات سے ضرور واقفیت حاصل کریں۔

---

[1] حج کے فرض تین ہیں۔ احرام[1] باندھنا۔ وقوف[2] عرفات۔ طواف[3] زیارت

[2] حج کے واجبات چھ ہیں۔ وقوف[1] مزدلفہ۔ صفا و مروہ[2] کے درمیان سعی کرنا۔ رمی[3] جمار یعنی کنکریاں مارنا۔ قارن اور متمتع[4] کو قربانی کرنا۔ حلق[5] یا قصر کرانا یعنی سر کے بال منڈوانا یا کتروانا۔ آفاقی کو طواف[6] الوداع کرنا۔ ان سب کی تشریح آئندہ صفحات میں کی گئی ہے۔

جنایات

لیکن یہ آپ اچھی طرح یاد رکھیں کہ فرائض میں سے ایک فرض بھی ترک ہو جانے سے حج نہ ہوگا اور اس کی تلافی قربانی وغیرہ سے بھی نہ ہوگی۔ واجبات میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے گی تو حج ہو جائے گا۔ قصداً چھوٹ جائے یا بھول کر لیکن اس کی جزا واجب ہوگی۔ اس غلطی یا خطا کو حج کی اصطلاح میں جنایت کہتے ہیں اور اس کی جمع جنایات ہے۔ جنایت کے معنی خطا اور قصور کے ہیں۔ جنایت کی وجہ سے جو جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے وہ اس کی جزا کہلاتی ہے۔

جزا کی دو قسمیں ہیں۔ دم اور صدقہ

جزا میں جس جگہ دم بولا جائے تو اس سے مراد ایک بکری ہوتی ہے۔ اور اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ بھی اس کے قائم مقام ہو سکتا ہے اور جس جگہ صدقہ بولا جائے اس سے گیہوں کا آدھا صاع[1] یا جو کا ایک صاع مراد ہوتا ہے۔

آپ آفاقی ہیں

ہندو پاک کے رہنے والے حج کی اصطلاح میں آفاقی[2] کہلاتے ہیں۔ آفاقی

---

[1] صاع کے وزن میں اختلاف ہے۔ معلم سے پوچھ کر وزن کا تعین کر لیں

[2] آفاقی میقات سے باہر رہنے والے کو کہتے ہیں۔ میقات سے باہر کی دنیا آفاق کہلاتی ہے۔ میقات اور حرم کے درمیان رہنے والے میقاتی کہلاتے ہیں۔

خواہ حج یا عمرہ کرنے یا کسی اور ضرورت سے مکہ آئیں۔ انہیں ہر حال میں احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہونا چاہئے۔ آفاقی حج اور عمرہ کا احرام اپنے اپنے میقات[1] سے باندھتے ہیں۔

حج کے اقسام

احرام باندھنے سے پہلے آپ کے لئے حج کی قسمیں جاننا ضروری ہیں۔ حج تین طرح کیا جاتا ہے۔

پہلی قسم یہ ہے کہ میقات پر پہونچ کر صرف حج کا احرام باندھیں اور صرف حج کی نیت کریں اسے اِفراد کہتے ہیں اور اس طرح حج کرنے والا مُفرِد کہلاتا ہے۔

دوسری قسم قِران ہے اس کے معنی جمع کرنے کے ہیں اور حج کی اصطلاح میں قران یہ ہے کہ میقات پر عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھیں اور دونوں کی ایک ساتھ ہی نیت کریں۔ ایک ہی احرام میں عمرہ اور حج ادا کریں۔ اس طرح حج کرنے والے کو قارن کہتے ہیں۔

تیسری قسم یہ ہے کہ میقات پر احرام باندھتے وقت صرف عمرہ کی نیت کریں۔ اور مکہ معظمہ پہونچکر عمرہ کرکے احرام کھولدیں اور جب حج کا وقت آئے

---

[1] میقات وہ مقام ہے جہاں سے مکہ معظمہ جانے والے احرام باندھتے ہیں۔ میقات کی جمع مواقیت ہے۔ ہندو پاک کا میقات یلملم ہے۔

تو حج کا احرام باندھ کر حج کریں۔ اسے تمتّع کہتے ہیں اور اس صورت سے حج کرنے والا مُتمتّع ہے۔ تمتع کے معنی فائدہ حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ اس صورت سے حج کرنے میں حاجی کو یہ فائدہ اور آسانی ہے کہ وہ عمرہ کے بعد احرام اتار کر احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے مگر مفراد اور قارن احرام باندھنے کے وقت سے لیکر حج سے فارغ ہونے تک برابر احرام میں رہتے ہیں۔

حج کی ان قسموں میں سب سے افضل قران ہے اس کے بعد تمتع پھر افراد۔ آفاقی کو تینوں صورتوں سے حج کرنے کا اختیار ہے۔ مگر یہاں یہ آپ کو بتا دوں کہ آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع قران کے مطابق کیا تھا۔

مفرد اور قارن کے اعمال حج میں معمولی فرق[1] ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ افراد کے طریقے پر حج کرنا پسند نہ کریں گے۔ کیونکہ اس میں ثواب کم ہے لہذا میں افراد کو تفصیل سے بیان نہیں کروں گا۔ اس جگہ آپ کے دل میں دو سوال پیدا ہوں گے۔ قران اور تمتع میں کیا فرق ہے؟ قارن اور متمتع حج کیسے کرتے ہیں؟ ان دونوں باتوں کا جواب آپ کو آئندہ صفحات میں ملے گا۔

---

[1] مفرد مکہ معظمہ پہونچ کر صرف طواف قدوم کرے۔ مگر یہ افضل ہے کہ طواف قدوم کے ساتھ سعی کرنے کے بجائے طواف زیارت کے بعد سعی کرے۔ اگر طواف قدوم کے بعد سعی کر چکا ہے تو پھر طواف زیارت کے بعد سعی نہ کرے۔ طواف کے بعد احرام پہنے مکہ میں رہے۔ آٹھویں کو منیٰ جائے۔ منیٰ۔ عرفات اور مزدلفہ میں حج کے ارکان مثل قارن کے ادا کرے۔

احرام باندھنے کی تیاری

میقات آنے سے پہلے آپ احرام باندھنے کی تیاری کریں۔ اگر آپ پہلے مدینہ جانا چاہتے ہیں تو یلملم پر احرام نہ باندھیں۔ پھر آپ کو مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت احرام باندھنا ہوگا۔ احرام باندھنے سے پہلے ناخن کترائیں۔ زیرناف اور بغل کے بال صاف کریں۔ سر کے بال منڈوائیں یا کتروائیں۔ اس سے فارغ ہوکر غسل کریں۔ اگر کسی مجبوری سے غسل نہ کرسکیں تو صرف وضو کرکے احرام باندھ لیں۔ یعنی ایک تہبند باندھیں اور ایک چادر اوڑھ لیں۔

احرام کی نماز

احرام باندھنے کے بعد دو رکعت نفل احرام کی نیت سے پڑھیں۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ پڑھیں۔ نماز میں سر کو احرام کی چادر سے ڈھانکے رہیں اور سلام پھیر کر سر کھول دیں اور جس قسم کا حج کرنا چاہیں اس کی نیت کریں۔

نیت زبان سے بھی کریں

اگر قرآن کے مطابق آپ حج کرنا چاہیں تو اس طرح نیت کریں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَ تَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی

اے اللہ میں حج اور عمرہ دونوں عبادتوں کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے لئے حج اور عمرہ کی ادائیگی آسان فرما دے اور مجھ سے اس عبادت حج اور عمرہ کو قبول بھی فرما لے میں نے خالص اللہ کیلئے حج و عمرہ کی نیت کی

اگر تمتع کا ارادہ ہو تو آپ یوں نیت کریں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی

اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے لئے عمرہ کی ادائیگی آسان فرما دے اور مجھ سے اس عبادت عمرہ کو قبول بھی فرما لے۔ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے میں نے عمرہ کی نیت کی۔

لبیک پڑھنا شروع کردیں

نیت کرنے کے بعد تلبیہ تین مرتبہ بلند آواز سے پڑھیں۔ اس وقت سے تلبیہ یا لبیک کی کثرت رکھیں ہر موقع پر اور ہر جگہ لبیک جاری رکھیں۔

لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ

میں خدمت میں حاضر ہوں۔ الٰہی میں تیری خدمت میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں خدمت میں حاضر ہوں۔ بیشک سب تعریف تیرے ہی لئے ہے اور ساری نعمتیں تیری ہی ہیں اور ساری بادشاہی تیری ہی ہے تیرا کوئی بھی شریک یا ساجھی نہیں

احرام کی پابندیاں عائد ہوگئیں

احرام کے سب مراحل پورے ہوگئے اور آپ محرم[1] ہوگئے۔ اب آپ کے لئے جائز نہیں ہے۔

(۱) سلا ہوا کپڑا پہننا (۲) چہرہ یا سر کو ڈھانکنا (۳) حجامت بنوانا یا جسم کے کسی ایک حصے کا بھی بال توڑنا (۴) بیوی سے صحبت کرنا (۵) خوشبو[2] لگانا یا خوشبو چھونا یا خوشبو سونگھنا یا کسی خوشبودار چیز کو ہاتھ لگانا (۶) خشکی کا شکار کرنا۔

(۷) ناخن کاٹنا (۸) جوں مارنا یا کسی دوسرے سے جوں مروانا یا جوں مارنے کے لئے کپڑے کو دھوپ میں ڈالنا (۹) بدن[3] سے میل دور کرنا (۱۰) تکیہ پر منھ[4] کے بل لیٹنا۔

---

[1] احرام پہن لینے کے بعد حاجی محرم کہلاتا ہے اور احرام اتار دینے کے بعد جب حاجی معمولی کپڑے پہن لیتا ہے اسے حج کی اصطلاح میں حلال ہونا کہتے ہیں یعنی جو باتیں حالت احرام میں حرام تھیں وہ اب حلال ہوگئیں۔

[2] سر یا بدن میں بغیر خوشبو کا تیل لگا سکتے ہیں۔

[3] بغیر میل چھڑائے نہا سکتے ہیں اور احرام میلا یا خراب ہونے پر بدل بھی سکتے ہیں

[4] چہرہ یا سر تکیہ پر رکھ سکتے ہیں اور محرم ہمیانی یا پیٹی بھی باندھ سکتا ہے۔

حدودِ حرم

مکہ معظمہ سے دس میل پہلے آپ کو وہ مقام ملے گا جہاں سے حدودِ حرم[1] شروع ہوتے ہیں۔ اس جگہ پہنچ کر یہ دعا مانگیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا حَرَمُکَ وَحَرَمُ رَسُوْلِکَ فَحَرِّمْ لَحْمِیْ وَدَمِیْ وَعَظْمِیْ وَبَشَرِیْ عَلَی النَّارِ اَللّٰھُمَّ اٰمِنِّیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ

اے اللہ یہ تیرا اور تیرے رسول کا حرم ہے اس میں جانوروں کو بھی امن ہے۔ تو اس کی برکت اور حرمت سے میرے گوشت پوست اور سارے جسم پر دوزخ کی آگ حرام کردے اور قیامت کے عذاب سے مجھے امن نصیب فرما۔

مکہ معظمہ میں داخلہ

جب آپ شہر میں داخل ہونے لگیں تو خدا سے یہ دعا کریں۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ جِئْتُ لِاُؤَدِّیَ فَرَائِضَکَ وَاَطْلُبَ رَحْمَتَکَ وَاَلْتَمِسَ رِضَاکَ مُتَّبِعًا لِاَمْرِکَ رَاضِیًا بِقَضَائِکَ

الٰہی تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں میں محض اس غرض سے آیا ہوں کہ تیرے فرائض ادا کروں اور تیری رحمت کی درخواست کروں تیری رضامندی چاہوں اور تیرے حکم کی پابندی کروں اور تیرے فیصلے پر راضی رہوں

مسجد حرام میں حاضری

مکہ معظمہ میں پہونچ کر آپ سب سے

---

[1] مکہ معظمہ کے چاروں طرف کئی میل تک جو زمین ہے اسے حرم کہتے ہیں۔ حرم زمین کا وہ حصہ جس کی بزرگی بعض مباحات کو حرام کردیتی ہے ● حل۔ اُس حصہ زمین کو کہتے ہیں جہاں وہ کام جائز ہوں جن کا ارتکاب حرم میں حرام تھا۔

پہلے مسجد حرام میں جائیں حرم کے دروازہ "باب السلام" سے داخل ہونا افضل ہے
بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ کہہ کر داہنا پاؤں اندر رکھیں اور
اس دعا کو پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ — الٰہی میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

بیت اللہ

بیت اللہ پر نگاہ پڑتے ہی تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھیں اور حضور قلب سے یہ دعا مانگیں۔ اس وقت کی دعا قبول ہوتی ہے

اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَۃً وَّزِدْ مَنْ شَرَّفَہٗ وَعَظَّمَہٗ وَکَرَّمَہٗ مِمَّنْ حَجَّہٗ اَوِ اعْتَمَرَہٗ تَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّتَعْظِیْمًا وَّبِرًّا — الٰہی اپنے اس گھر کی بزرگی اور بڑائی اور اس کی تکریم و ہیبت کو اور زیادہ کر اور اس کی بزرگی بڑائی عظمت اور نیکی زیادہ فرما جو اس کو معظم اور مکرم سمجھے اور اس مکان میں آکر حج یا عمرہ کرے۔

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَیْتِ مِنَ الدَّیْنِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِیْقِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ — میں اس ذات پاک سے جو اس گھر کا مالک ہے پناہ مانگتا ہوں، قرض سے محتاجی سے تنگدلی سے اور قبر کے عذاب سے۔

اگر آپ قارن ہیں تو مسجد حرام میں حاضر ہو کر پہلے طواف عمرہ کریں۔ اس طواف کے بعد آپ کو سعی کرنا ہے۔ اس لئے طواف عمرہ میں

لہ جس طواف کے بعد سعی کرنی ہو اس میں اضطباع اور رمل بھی کیا جاتا ہے۔

اضطباعؔ اور رملؔ بھی کریں۔ سعی کر کے فوراً یا پھر وقوف عرفہ سے قبل طواف قدوم کریں۔ اس طواف کے بعد بھی آپ کو سعی کرنا ہوگی۔ اگر نہ کی تو طواف زیارت کے بعد کرنا پڑے گی۔ آپ کے لئے افضل یہی ہے کہ طواف قدوم کے ساتھ سعی کرلیں۔ اگر طواف قدوم کے بعد سعی کا ارادہ ہو تو طواف قدوم میں بھی اضطباع اور رمل کریں — مگر آپ لبیک پڑھنا برابر جاری رکھیں۔

آپ اگر متمتع ہیں تو مسجد حرام میں حاضر ہوتے ہی طواف عمرہ مع اضطباع اور رمل کے کریں۔ اس کے بعد سعی کریں۔ طواف عمرہ شروع کرنے پر آپ لبیک پڑھنا موقوف کردیں۔

طواف سے پہلے

لیکن طواف شروع کرنے سے پہلے آپ طواف کے متعلق چند ضروری باتیں ذہن نشین کرلیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ طواف کے لئے نیت شرط ہے۔ بغیر نیت کے طواف نہ ہوگا۔ مگر نیت صرف ابتدا میں کرتے ہیں اس کے بعد پھر کسی پھیرے میں کرنے کی ضرورت نہیں۔

لہ اضطباع سے مراد یہ ہے کہ طواف شروع کرنے سے پہلے مرد احرام کی چادر کا سیدھا آنچل داہنی بغل سے نکال کر بائیں کاندھے پر اس طرح ڈالیں کہ داہنا کاندھا کھلا رہے

لہ رمل سے مراد یہ ہے کہ مرد طواف کے پہلے تین پھیروں میں مونڈھے ہلاتا ہوا اور اکڑ کر قدم نکلتا ہوا مجاہدانہ انداز میں چلے۔ باقی چار پھیرے معمولی رفتار سے پورے کرے۔

طواف کے پھیرے

ایک طواف میں سات پھیرے ہوتے ہیں جن کو شوط کہتے ہیں۔ اس کی جمع اشواط ہے۔ ہر شوط حجرِ اسود سے شروع ہوتا ہے اور حجرِ اسود پر ختم ہوتا ہے۔ حجرِ اسود سے طواف کے لئے چلیں اور کعبہ کے گرد گھومتے ہوئے پھر حجرِ اسود کے پاس آجائیں۔ یہ ایک پھیرا ہوا۔

طواف کے ہر پھیرے میں حجرِ اسود کو چومنا اور ہاتھ لگانا سنت ہے یہ حجرِ اسود کا استلام کہلاتا ہے چنانچہ طواف کے سات پھیروں میں حجرِ اسود کا استلام آٹھ بار ہوتا ہے۔

مگر کسی کو تکلیف پہنچا کر یا لوگوں کو دھکے دے کر استلام نہ کرنا چاہئے اگر ہجوم کی کثرت کے باعث حجرِ اسود کو بوسہ نہ دے سکے تو دونوں ہاتھوں یا صرف سیدھے ہاتھ سے حجرِ اسود کو چھو کر اپنے دونوں ہاتھوں یا ہاتھ کو بوسہ دے لے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دور سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف کرلیں اور اپنے ہاتھوں کو چوم لیں۔

طواف کے پھیروں میں تسلسل قائم رکھیں اور پھیروں کے درمیان وقفہ نہ دیں۔ طواف کے دوران میں دعا مانگنے کے لئے بھی نہ ٹھہریں اگر دوران طواف میں نماز کے لئے جماعت کھڑی ہو جائے تو طواف چھوڑ کر نماز میں شریک ہو جائیں اور نماز کے بعد طواف کے باقی پھیرے پورے کریں۔

طواف کی قسمیں

طواف کی سات قسمیں ہیں۔ (۱) طواف قدوم (۲) طواف عمرہ۔ (۳) طوافِ زیارت (۴) طواف صدر یا طواف وداع (۵) طواف نفل۔ (۶) طواف نذر (۷) طواف تحیتہ المسجد۔

طواف کے چند مسائل

(۱) طواف با وضو کریں۔ بغیر وضو طواف کرنے کی جزا دم ہے یعنی ایک مینڈھا یا بکری۔ اگر حالت جنابت میں ناپاک بدن سے طواف کر لیا تو اس کا کفارہ ایک اونٹ یا گائے ہے۔

(۲) طواف پا پیادہ کریں۔ لیکن معذورین سواری پر یا گود میں یا کندھے پر بیٹھ کر طواف کر سکتے ہیں۔

(۳) طواف میں نمازیوں کے سامنے سے گزر سکتے ہیں۔

(۴) طواف میں کھانے اور فضول باتوں سے پرہیز کریں اور دعائیں اور درود و تسبیح پڑھتے رہیں۔

طواف کی نماز

ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔ اگر ایک ہی وقت

میں کئی طواف کریں تو ہر ایک طواف کے بعد دوگانہ طواف پڑھیں۔ دوگانہ پڑھے بغیر دوسرا طواف کرنا مکروہ ہے۔

طواف مکروہ اوقات میں جائز ہے۔ لیکن دوگانہ طواف مکروہ اوقات میں پڑھنا جائز نہیں۔ مثلاً کسی نے عصر کی نماز کے بعد طواف کیا اس کو دوگانہ طواف مغرب کے تین فرض پڑھنے کے بعد ادا کرنا چاہئے اور دوگانہ طواف کے بعد مغرب کی سنت اور نفل پڑھیں۔

طواف کی رکعتیں پڑھتے وقت مونڈھے ڈھانک لیں یعنی اضطباع کے ساتھ نہ پڑھیں۔

طواف کی دعائیں

طواف کے لئے جو دعائیں اس کتاب میں لکھی ہیں ان کا پڑھنا ضروری نہیں۔ جو دعا یاد ہو اور جس میں جی لگے وہ پڑھیں لیکن یہ خیال رہے کہ طواف میں دعائیں زور سے چلا کر نہ پڑھنا چاہئے۔ اس طرح پڑھیں کہ دوسروں کے پڑھنے میں خلل نہ پڑے۔ دو بہت چھوٹی چھوٹی اور جامع دعائیں بھی لکھی جاتی ہیں۔ اگر بڑی دعائیں پڑھنے میں دشواری ہو تو ان دو دعاؤں کا طواف میں پڑھ لینا کافی ہے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچا۔

اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَاقَۃِ وَمَوَاقِفِ الْخِزْیِ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ

اے اللہ میں کفر سے اور فقر و فاقہ سے اور دنیا و آخرت کی رسوائیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

طواف کرنے کا طریقہ

آپ طواف کرنے کے لئے حجر اسود کے مقابل اس طرح کھڑے ہو جائیں کہ پورا حجر اسود آپ کے داہنی طرف ہو اور پھر طواف کی نیت کریں۔

اللّٰھُمَّ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ

الٰہی میں تیرے عزت والے گھر کے طواف کا ارادہ کرتا ہوں۔ بس تو اسے مجھ پر آسان فرما دے اور قبول فرمالے۔

طواف کی نیت کرنے کے بعد ذرا داہنی جانب ہٹ کر حجر اسود کے بالکل سامنے کھڑے ہو جائیں اور دونوں ہاتھ کانوں تک[1] اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف ہوں اور یہ پڑھیں بسم اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اس کے بعد حجر اسود کا استلام کر کے کعبہ کو اپنے بائیں جانب لیکر یہ دعا پڑھتے ہوئے طواف شروع کر دیں۔

اللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

الٰہی تجھ پر ایمان لا کر اور بغرض پیروی سنت تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ طواف کرتا ہوں

---

[1] کانوں تک ہاتھ صرف شروع میں اٹھاتے ہیں۔

حجر اسود سے چل کر جب آپ باب کعبہ کے سامنے پہنچیں تو یہ دعا پڑھتے ہوئے آگے بڑھ جائیں۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا الْبَيْتُ بَيْتُكَ وَهٰذَا الْحَرَمُ حَرَمُكَ وَهٰذَا الْأَمْنُ أَمْنُكَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِيْنَ بِكَ مِنَ النَّارِ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ فَأَعِذْنِيْ مِنْهَا

الٰہی یہ تیرا گھر ہے تیرا حرم ہے تیرا امن ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں دوزخ سے پناہ مانگنے والے تجھ سے پناہ مانگتے ہیں میں تجھ سے آتش دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں پس مجھے اس سے بچا لے۔

مقام ابراہیم سے گزرتے ہوئے یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا مَقَامُ إِبْرَاهِيْمَ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ حَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَتَنَا عَلَى النَّارِ

الٰہی یہ تیرے خلیل حضرت ابراہیم کا مقام ہے جنہوں نے تیری ہی پناہ چاہی تھی اور تیرا ہی سہارا پکڑا تھا جبکہ کفار نے انہیں آگ میں ڈالا تھا پس ان کی برکت سے ہمارے گوشت و پوست کو آگ پر حرام کر دے۔

رکن عراقی (بیت اللہ کے مشرقی شمالی گوشہ) کے قریب سے جاتے ہوئے یہ دعا کریں۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْأَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ

اے اللہ شک اور شرک سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں اور اختلاف و نفاق اور برے اخلاق سے بھی تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے بھی تیری پناہ پکڑتا ہوں کہ اپنے اہل و عیال و اولاد و اموال میں میری واپسی کسی بری حالت میں ہو۔

میزاب رحمت کے سامنے سے گزرتے ہوئے یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِي تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ وَلَا بَاقِيَ اِلَّا وَجْهُكَ وَاسْقِنِيْ مِنْ حَوْضِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً لَا اَظْمَأُ بَعْدَهَا اَبَدًا ؕ

اے اللہ! قیامت کے جس دن میں تیرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اور تیری ذات پاک کے سوا جب کوئی باقی نہ ہوگا تو اس دن مجھے اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیے اور اپنے نبی حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حوض کوثر سے مجھے ایسا پلائیے کہ اس کے بعد کبھی مجھے پیاس نہ ہو۔

رکن شامی (بیت اللہ کے مغربی شمالی گوشہ) کے سامنے سے جاتے ہوئے یہ دعا کریں

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا ؕ

اے اللہ! میرا حج، حج مبرور ہو، میری محنت قبول ہو اور میرے گناہ معاف ہوں۔

رکن یمانی (بیت اللہ کے جنوبی مغربی گوشہ) پر پہونچکر دونوں ہاتھ اس پر لگائیں اگر ہجوم کی وجہ سے دونوں ہاتھوں سے چھونا ممکن نہ ہو تو صرف داہنے ہاتھ سے چھوئیں اور یہ بھی نہ ہو سکے تو صرف دعا پڑھیں رکن یمانی کو نہ بوسہ دیں اور نہ اس پر پیشانی رکھیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخِزْيِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

الٰہی میں تیری پناہ میں آیا کفر سے اور میں تیری پناہ میں آیا محتاجی اور عذاب قبر سے اور زندگی و موت کے فتنہ سے میں تیری پناہ میں آیا دنیا اور آخرت کی رسوائی سے۔

رکن یمانی کے بعد آپ حجرِ اسود کے سامنے پہونچیں گے۔ یہاں آکر ایک پھیرا پورا ہو گیا۔ آپ پھر حجرِ اسود کا استلام کر کے دوسرا پھیرا کرنے لگیں اور سب پھیرے اسی طرح کریں۔ جیسا کہ پہلا کیا ہے ساتواں پھیرا ختم کر کے پھر حجرِ اسود کا استلام کریں۔

مقام ابراہیم پر نماز پڑھیں

طواف کے بعد مقام ابراہیم کی طرف یہ پڑھتے ہوئے آئیے واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ اگر مقام ابراہیم پر جگہ نہ ملے تو جہاں کہیں بھی جگہ ملے طواف کی دو رکعتیں پڑھیں۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد "قل یا ایہا الکافرون"۔ اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ پڑھیں۔

ملتزم پر دعا مانگیں

نماز طواف ادا کرنے کے بعد ملتزم[1] کے پاس آئیں اور اس سے لپٹ کر یہ دعا پڑھیں۔

یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّیْ	اے قدرت والے اے عزت والے مجھ سے
نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَیَّ۔	اپنی وہ نعمت زائل نہ فرما جو تو نے مجھے عطا فرمائی ہے

---

[1] ملتزم سے لپٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھا ہاتھ باب کعبہ کی طرف اور الٹا ہاتھ حجر اسود کی طرف پھیلا دیجئے اور اپنا سینہ و رخسار دیوار پر رکھئے اور حضور قلب سے دعا مانگئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ ملتزم پر جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

زمزم کا پانی پئیں۔

ملتزم سے زمزم پر آئیں اور تین سانس میں آبِ زمزم پئیں۔ ہر بار شروع میں بسم اللہ اور بعد میں الحمد للہ پڑھیں اور یہ دعا مانگیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ

اے اللہ میں تجھ سے نفع بخشنے والا علم، کشادہ روزی اور ہر بیماری سے شفا مانگتا ہوں۔

طواف پورا ہو گیا

سعی کرنے کا طریقہ

جس طواف کے بعد آپ کو سعی[1] کرنا ہو تو طواف سے فارغ ہو کر حجرِ اسود کا استلام[2] کریں۔ اس کے بعد باب صفا سے نکل کر صفا پر جائیں اور صفا پر جو سیڑھیاں بنی ہیں ان پر اتنا چڑھیں کہ بیت اللہ نظر آنے لگے۔ پھر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں اور دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اس طرح

---

[1] سعی کے معنی دوڑنا ہے اور حج کی اصطلاح میں صفا اور مروہ کے درمیان مخصوص طریقہ سے سات چکر کرنے کو سعی کہتے ہیں۔

[2] طواف کی طرح سعی کی ابتدا بھی حجرِ اسود کے استلام سے ہوتی ہے لیکن سعی کے ہر پھیرے میں استلام نہیں کیا جاتا۔

اٹھائیں جیسے کہ دعائیں اٹھاتے ہیں اور تکبیر[1] و تہلیل[2] بلند آواز سے تین مرتبہ کہیں اور دعائیں[3] دیر تک پڑھیں۔ پھر صفا سے اتریں اور درود دعائیں پڑھتے ہوئے مروہ کی طرف چلیں۔ راستہ میں دو علامات بنی ہیں جنہیں میلین اخضرین کہتے ہیں ان کے درمیان آتے جاتے رفتار تیز کردیں۔ جب مروہ پر پہونچیں تو اس کی پہلی یا دوسری سیڑھی پر چڑھیں اور قبلہ کی طرف منھ کرکے دعا مانگیں۔ مروہ پر پہونچ کر سعی کا ایک پھیرا ہوگیا۔ پھر مروہ سے درود دعائیں پڑھتے ہوئے صفا کو واپس جائیں۔ جب صفا پر پہونچیں تو پھر دعائیں مانگیں۔ صفا پر پہونچ کر دوسرا پھیرا ختم ہوگیا اسی طرح سات پھیرے کریں۔ ساتواں پھیرہ مروہ پر ختم ہوگا۔ سعی کے سات پھیرے

---

[1] تکبیر : اللہ اکبر کہنا۔

[2] تہلیل : لا الٰہ الا اللہ کہنا

[3] سعی کے لئے بھی کوئی مخصوص دعا مقرر نہیں ہے۔ جو دعا یاد ہو پڑھیں اگر کوئی بھی یاد نہ ہو تو یہ پڑھتے رہیں
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

سعی کے چند مسائل

(الف) سعی سے پہلے طواف کرنا لازم ہے۔ اگر بغیر طواف کئے سعی کی تو وہ سعی شمار نہ ہوگی۔

(ب) سعی پیدل کریں۔ لیکن معذور لوگ سواری میں یا کاندھوں پر کر سکتے ہیں۔

(ج) سعی کے پھیرے لگاتار ہوں

(د) سعی میں فضول باتیں نہ کریں۔

(ہ) سعی کے لئے جنابت اور حیض سے پاک ہونا شرط اور واجب نہیں ہے لیکن مستحب اور مستحسن ہے۔ عورتیں ناپاکی کی حالت میں بھی سعی کر سکتی ہیں۔

پورے کرکے مسجد حرام میں آئیں اور دو رکعت نماز نفل مطاف (طواف کرنے کی جگہ)
کے کنارے پڑھیں۔ اب سعی سے آپ نے فراغت پالی۔

سعی کے بعد آپ قارن ہیں تو طواف وسعی سے فارغ ہو کر احرام نہ
اتاریں اور احرام باندھے ہوئے مکہ میں قیام کریں۔ آپ پر احرام کی سب پابندیاں
قائم رہیں گی۔

آپ متمتع ہیں تو سعی کے بعد سر منڈوالیں یا بال کتروالیں اور احرام اتار کر
سلے ہوئے کپڑے پہن لیں۔ آپ مکہ معظمہ میں حج کے وقت تک بے احرام کے رہیں
آپ پر سے احرام کی سب پابندیاں اٹھ گئیں۔

حج کا پروگرام ۸ ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک

آٹھویں ذی الحجہ

آپ قارن ہیں تو آج آپ کو حج کے لیئے دوبارہ احرام باندھنے کی ضرورت نہیں۔ آپ جو احرام پہنے ہوئے ہیں اسی میں لبیک پڑھتے ہوئے منیٰ کو روانہ ہو جائیں۔

آپ متمتع ہیں تو آٹھویں ذی الحجہ کی صبح کو مسجد حرام میں جاکر تبائے ہوئے طریقے کے مطابق حج کا احرام باندھیں اور احرام کی رکعتیں پڑھیں۔ نماز کے بعد سر کھول کر حج کی نیت کریں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ مُخْلِصاً لِلّٰهِ تَعَالیٰ

اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے لئے حج کی ادائیگی آسان فرمادے اور مجھ سے اس عبادت حج کو قبول بھی فرمالے۔ خالص اللہ کے لیئے میں نے حج کی نیت کی۔

نیت کے بعد تین بار بلند آواز سے لبیک کہیں اور اس وقت سے لبیک کہنا برابر جاری رکھیں۔ آپ محرم ہو گئے اور آپ پر احرام کی پابندیاں پھر عائد ہو گئیں

آٹھویں ذی الحجہ کو یوم الترویہ کہتے ہیں۔ اس دن قارن اور متمتع مکہ معظمہ

سے منیٰ کے لیے ایسے روانہ ہوں کہ ظہر کی نماز سے پہلے وہاں پہونچ جائیں جب منیٰ نظر آئے تو یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ	الٰہی یہ منیٰ ہے تو مجھ پر وہ احسان کر جو تو نے
بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ	اپنے دوستوں پر کئے ہیں۔

آج منیٰ میں کوئی ارکان حج ادا کرنا نہیں ہے۔

نویں ذی الحجہ

یوم عرفہ یعنی نویں تاریخ کو صبح کی نماز پڑھ کر آپ منیٰ سے عرفات تلبیہ اور تکبیر کہتے ہوئے روانہ ہو جائیں اور روانگی کے وقت یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ	الٰہی میں نے تیری طرف رخ پھیرا اور تجھی پر بھروسا کیا
وَوَجْھَکَ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا	اور تیری توجہ کی خواستگاری ہے میرے گناہوں کی
وَحَجِّیْ مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِیْ وَلَا تُخَیِّبْنِیْ وَبَارِکْ	مغفرت کرنا۔ اور میرے حج کو حج مقبول کر مجھ پر مغفرت
لِیْ فِیْ سَفَرِیْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِیْ	اور محروم و بے نصیب مجھے نہ واپس کر، میرے سفر میں
اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ	برکت عطا کر اور عرفات میں میری حاجت پوری کر تو ہر
	چیز پر قدرت والا ہے

عرفات کے لئے کوئی خاص عبادت مقرر نہیں ہے۔ وقوف[1] عرفات تمام سب سے بڑی عبادت اور حج کا ایک بہت بڑا فرض ہے۔ اگر یہ ادا نہ ہوا تو حج ہی نہ ہوگا

---

[1] وقوف عرفات یہ ہے کہ نویں ذی الحجہ کو حاجی عرفات میں جمع ہوتے ہیں اور اسی روز بعد مغرب وہاں سے مزدلفہ کو روانہ ہو جاتے ہیں۔

عرفہ کے دن مسجد نمرہ میں امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ظہر کے وقت میں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔ اس طرح ظہر اور عصر کی نمازیں ملا کر پڑھنے کو جمع تقدیم کہتے ہیں۔

جمع تقدیم پڑھنے کا طریقہ جمع تقدیم میں ظہر اور عصر کی نمازیں ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان سوائے تکبیر تشریق[1] کے کچھ نہیں پڑھتے۔ یہاں تک کہ ظہر کی سنتیں پڑھنا بھی ترک کر دیتے ہیں۔ جمع تقدیم کے لئے جماعت کی شرط لازمی ہے اگر آپ کسی وجہ سے مسجد نمرہ نہ جا سکیں تو اپنے خیمہ میں ظہر اور عصر کی نمازیں حسب معمول علیحدہ علیحدہ اوقات پر پڑھیں۔

عرفات سے روانگی

عرفات سے قبل غروب آفتاب روانہ ہونا جائز نہیں۔ جب آفتاب غروب ہو جائے تو آپ لبیک پڑھتے ہوئے عرفات سے چل دیں عرفات میں نہ مغرب کی نماز پڑھیں اور نہ رات بسر کریں۔ اگر غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے روانہ ہو گئے تو دم واجب ہو جائے گا۔

---

[1] ۹ تا ۱۳ ذی الحجہ ایام تشریق کہلاتے ہیں۔ ان دنوں ہر نماز فرض کے بعد تکبیر تشریق کم از کم ایک مرتبہ بلند آواز سے پڑھیں۔ تکبیر ۹ ذی الحجہ کی نماز صبح سے ۱۳ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک پڑھی جاتی ہے تکبیر تشریق یہ ہے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد

مزدلفہ

مزدلفہ میں نویں اور دسویں ذی الحجہ کی درمیانی رات گزاریں۔ اس شب میں جاگنا اور تلاوت کرنا اور نوافل پڑھنا مستحب ہے۔ یہاں مغرب اور عشا کی نمازیں ملا کر عشا کے وقت میں پڑھیں۔ اگر آپ نے مزدلفہ آنے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھ لی تو مزدلفہ آکر مغرب کی نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ مغرب اور عشار کی نمازیں ملا کر پڑھنا جمع تاخیر کہلاتا ہے۔ مزدلفہ میں ان دونوں نمازوں کو اکٹھا کرنا واجب ہے۔

جمع تاخیر پڑھنے کا طریقہ

جمع تاخیر میں مغرب اور عشار کی نمازیں عشار کے وقت میں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں مغرب کی نیت ادا کی باندھیں اور اگر قضا کی نیت کر لی تب بھی نماز ہو جائے گی۔ پہلے مغرب کے فرض پھر عشار کے پڑھیں۔ ان دونوں کے درمیان سوائے تکبیر تشریق کے کچھ اور نہیں پڑھتے۔ مغرب اور عشار کی سنتیں اور وتر ترتیب وار بعد کو پڑھیں۔ جمع تاخیر کے لئے جماعت کی شرط ضروری نہیں اگر تنہا پڑھیں تو بھی جمع تاخیر کرنی چاہئے۔ لیکن جماعت سے پڑھنا افضل ہے

کنکڑیاں جمع کریں

مزدلفہ سے رمی کے لئے کنکڑیاں چن لیں راستہ یا کسی اور جگہ سے بھی کنکڑیاں اٹھا سکتے ہیں۔

منیٰ کو روانگی

مزدلفہ میں صبح کی نماز اول وقت میں پڑھیں اور صبح ہوتے ہی منیٰ کے لئے روانہ ہو جائیں۔

دسویں ذی الحجہ

دسویں کو منیٰ میں آکر آپ کو تین عبادتیں کرنی ہیں

رمی جمرہ عقبیٰ - قربانی - حلق یا قصر

(۱) پہلے جمرہ عقبیٰ کی رمی کریں۔ آج صرف جمرہ عقبیٰ کی رمی کی جاتی ہے۔

سلہ منیٰ میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بطور نشان کے تین ستون بنے ہوئے ہیں جمرہ اولیٰ۔ جمرہ وسطیٰ۔ جمرہ عقبیٰ۔ انہی نشانوں کو جمرات کہتے ہیں۔ جمرات نا جمار جمرہ کی جمع ہے جمرات پر کنکریاں پھینکنے کو رمی جمار کہتے ہیں۔ ستونوں کے نیچے کے حصے پر کنکریاں مارنی چاہئیں۔ ان جمرات کے پاس جو کنکریاں پڑی ہوں انھیں اٹھا کر مارنا مکروہ ہے۔

رمی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سات کنکریاں ہاتھ میں لے کر جمرات سے ڈھائی تین گز کے فاصلے پر اس طرح کھڑے ہوں کہ منیٰ داہنے جانب ہو اور مکہ بائیں جانب۔ ایک ایک کر کے سات کنکریاں جمرہ کے ماریں۔ مارتے وقت کنکری کو انگوٹھے اور انگشت شہادت سے پکڑیں اور ہر کنکری مارتے وقت یہ پڑھیں۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

دسویں تاریخ کو رمی کا مسنون وقت طلوع آفتاب سے زوال تک ہے۔
جمرۂ عقبیٰ کی رمی کے وقت تلبیہ پڑھنا آپ موقوف کردیں۔

(۲) قربانی

رمی کرنے کے بعد آپ منحر (قربان گاہ) جاکر قربانی کریں۔ یہ قربانی وہ نہیں ہے جو عید الضحیٰ کے دن کی جاتی ہے۔ یہ شکرانہ حج کی قربانی ہے۔ یہ قارن اور متمتع پر واجب ہے۔

(۳) حلق

قربانی سے فارغ ہوکر آپ حلق یعنی سر منڈائیں یا قصر یعنی بال کتروائیں۔ مگر منڈوانا افضل ہے۔ اگر بال نہ ہوں تو صرف استرا پھروادیں۔

حلق یا قصر کے بعد احرام ختم ہوگیا

آپ سلے ہوئے کپڑے پہن سکتے ہیں۔ مگر احرام کی پابندیوں میں سے صرف

بقیہ بہ سلسلہ گزشتہ:۔

"بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِّلشَّيْطَانِ وَرِضًى لِّلرَّحْمٰنِ"

"میں اللہ کا نام لیکر مارتا ہوں۔ اللہ بہت بڑا ہے سب سے بڑا ہے۔ میں یہ کنکری مارتا ہوں شیطان کو ذلیل کرنے اور جلانے کے لئے اور نہایت رحمت والے اپنے پروردگار کو راضی کرنے کے لئے۔

اگر اس کے پڑھنے میں کوئی دشواری ہو تو صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہکر کنکریاں ماریں۔

ایک قید ابھی باقی ہے۔ اور وہ بیوی سے صحبت کرنے کی ہے۔ یہ پابندی طواف زیارت کے بعد اُٹھ جائے گی۔

طواف زیارت

آپ دسویں ہی کو مکہ جا کر طواف زیارت کرلیں یہ طواف آپ بارہویں کی شام تک بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن دسویں کو کرنا افضل ہے۔ طواف زیارت کو طواف فرض بھی کہتے ہیں۔ یہ طواف حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا طواف کرنے کا جو طریقہ پہلے بیان ہو چکا ہے اسی کے مطابق یہ طواف بھی کریں۔ قارن نے اگر طواف قدوم کے ساتھ سعی نہیں کی تھی تو اس طواف میں رمل اور اضطباع[1] کریں اور بعد طواف سعی کریں آپ نے طواف قدوم کے بعد اگر سعی کرلی تھی تو طواف زیارت میں اضطباع رمل اور سعی کرنے کی ضرورت نہیں۔ متمتع طواف زیارت اضطباع[2] اور رمل کے ساتھ کریں اور طواف کے بعد حسب دستور سعی کریں۔

طواف زیارت کے بعد منیٰ واپس آجائیں اب احرام کی ساری پابندیاں ختم ہوگئیں۔

گیارہویں، بارہویں، تیرہویں ذی الحجہ

گیارہ، بارہ اور تیرہ کو روزانہ تینوں جمروں کی ترتیب وار رمی کرنی چاہیئے۔ پہلے جمرۂ اولیٰ

ا، ۲ اگر احرام اتار کر سلے ہوئے کپڑے پہن لئے تو اضطباع نہ کریں۔

پھر جمرۂ وسطیٰ اس کے بعد جمرۂ عقبیٰ کی رمی کریں۔ ہر جمرہ کے سات کنکریاں بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ماریں۔

ان تینوں دن رمی زوال کے بعد اور غروب آفتاب سے پہلے کرنا سنت ہے۔

ان تینوں تاریخوں میں جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کی رمی کرنے کے بعد چند قدم آگے بڑھ کے قبلہ رو ہو کر دیر تک دعا کرتے رہیں۔ مگر جمرۂ عقبیٰ کی رمی کے بعد دعا نہ کریں اور رمی کر کے فوراً اپنی قیام گاہ پر آجائیں۔

بارہویں کو رمی کر کے مکہ جانے کی اجازت آپ کو شریعت نے دے دی ہے۔ مگر افضل یہی ہے کہ تیرہ کو رمی کر کے آپ مکہ روانہ ہوں۔

آپ حج سے فارغ ہو گئے

۱۰ر ۱۱ر ۱۲ر ذی الحجہ کو ایام نحر کہتے ہیں۔

عمرہ

حج کے علاوہ خانہ کعبہ سے متعلق ایک اور عبادت ہے جسے عمرہ کہتے ہیں عمرہ کے معنی زیارت کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں میقات سے احرام باندھ کر طواف کعبہ اور سعی کرنے کا نام عمرہ ہے۔ عمرہ کو حج اصغر بھی کہتے ہیں۔

حج اور عمرہ کا فرق[1]

(۱) حج فرض ہے اور عمرہ فرض نہیں ہے۔

(۲) حج کے لئے دن مقرر ہیں اور عمرہ ۹ر ذی الحجہ سے ۱۳ر تک کے علاوہ جب چاہیں کریں۔

(۳) حج اور عمرہ میں احرام اور اس کی پابندیاں یکساں ہیں۔

عمرہ کرنے کا طریقہ

جب آپ عمرہ کرنے کے لئے اپنے وطن سے جائیں تو میقات سے حسب قاعدہ احرام باندھیں۔ اور لبیک پڑھنا شروع کردیں۔ مکہ پہونچ کر طواف اضطباع اور رمل کے ساتھ اسی طرح کریں جیسے پہلے بیان کیا

---

[1] ان کے علاوہ چند فرق اور بھی ہیں۔

گیا ہے۔ طواف شروع کرتے پر تلبیہ پڑھنا موقوف کردیں۔ طواف کے بعد باب الصفا سے نکل کر حسب معمول سعی کریں۔ سعی کے بعد حلق یا قصر کرائیں اس کے بعد احرام اتار دیں۔ عمرہ ادا ہو گیا۔

عمرے مکہ کے قیام میں

مکہ کے دوران قیام میں آپ اپنے علاوہ اپنے والدین، عزیزوں اور دوستوں کی طرف سے جتنے چاہیں عمرے کریں۔ مکہ کے قیام میں جب آپ عمرہ کرنا چاہیں تو تنعیم جائیں جو مکہ سے تین میل دور ہے وہاں جانے کے لئے سواری بھی آسانی سے مل جاتی ہے تنعیم میں ایک مسجد بھی بنی ہے اور پانی کی بھی کمی نہیں ہے۔ تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ آئیں اور حسب قاعدہ عمرہ کریں۔

طواف نفل

مکہ کے قیام میں آپ روزانہ طواف نفل کریں۔ اس طواف کے لئے احرام کی ضرورت نہیں ہے۔

مکہ معظمہ سے روانگی

مکہ معظمہ سے روانگی کے وقت آفاقی پر طواف صدر یا طواف وداع کرنا واجب ہے۔ اس کے کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس طواف میں رمل اور اضطباع نہیں ہے اور نہ اس کے بعد سعی ہوتی ہے۔ طواف سے فارغ ہو کر کعبہ کا پردہ پکڑ کر استغفار۔ دعا اور درود دیر تک پڑھتے رہیں۔ پھر حجر اسود کو وداعی بوسہ دیں اور قبول حج کی دعا مانگتے ہوئے الٹے پاؤں باب وداع سے نکل آئیں۔

ہندوپاک کی مسلم خواتین کے نام

آپ پر بھی مردوں کی طرح حج فرض ہے مگر آپ کے لئے چند مسائل مردوں سے
مختلف ہیں۔ سب سے پہلے احرام کو لیں کہ حج کا پہلا فرض یہی ہے۔ آپ کا احرام یہ ہے
کہ آپ سر پر اس طرح کپڑا باندھیں کہ بال چھپے رہیں۔ سفید کپڑا باندھنا افضل ہے۔ حالت
احرام میں آپ کے چہرہ کو کپڑا چھونا جرم ہے۔ اگر پردہ کرنا چاہیں تو کوئی آڑ منھ کے
سامنے اس طرح کریں کہ نہ چہرہ سے نہ لگنے پائے۔ آپ حالت احرام میں سلے ہوئے کپڑے
پہن سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ احرام کی ساری پابندیاں وہی ہیں جو مردوں کے لئے ہیں
آپ لبیک یا تلبیہ اور دعائیں وغیرہ آہستہ آواز سے پڑھیں کہ نامحرم تک آواز
نہ جائے۔ طواف میں آپ اضطباع اور رمل نہ کریں۔ سعی میں میلین اخضرین کے درمیان
آپ نہ دوڑیں بلکہ اوسط چال سے چلیں۔ حلق یا تقصیر کرانے کی بھی آپ کو اجازت نہیں ہے
آپ صرف ایک پورے کے برابر بال کاٹ لیں۔ طواف زیارت کے دنوں میں اگر آپ ناپاک
ہوں تو پاک ہونے کے بعد فوراً آپ کو طواف زیارت کرنا چاہئے اگر آپ نے تاخیر کی تو
کفارہ میں قربانی کرنی پڑے گی۔ مکہ سے روانگی کے وقت اگر آپ ناپاک ہوں تو طواف وداع
نہ کریں اور پاک ہونے تک اپنا جانا ملتوی کر دیں۔ اگر اس میں دشواری ہو تو طواف وداع
کئے بغیر چلی جائیں۔ ناپاکی کی حالت میں طواف وداع معاف ہے۔ آپ ناپاکی کی حالت
میں طواف کے علاوہ سارے ارکان ادا کر سکتی ہیں۔

مدینہ منورہ

حج سے پہلے یا حج کے بعد جب آپ چاہیں مدینہ جائیں۔ مدینہ میں حاضر ہوئے بغیر وطن کو ہرگز ہرگز نہیں لوٹنا چاہیے۔ جو حج کو آئے اور مدینہ نہ جائے تو بلاشبہ وہ ایک بہت بڑی سعادت سے محروم رہ گیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے "جس نے میرے وصال کے بعد زیارت کی گویا اس نے مجھے بقید حیات دیکھا" اس حدیث کو سننے کے بعد ہر مسلمان کا دل مدینہ جانے کے لئے بیقرار ہو جاتا ہے۔ آپ بھی روضہ نبوی کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے لئے مدینہ کو روانہ ہو جائیں۔ جب مدینہ کی عمارتیں نظر آنے لگیں تو یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ نَبِیِّکَ فَاجْعَلْہُ لِیْ وِقَایَةً مِّنَ النَّارِ وَ اَمَاناً مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ۔	اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے۔ اسے میرے لئے دوزخ، عذاب اور برے حساب سے حفظ و امان (کا ذریعہ) بنا۔

پھر یہ دعا کریں۔

"اے اللہ اپنے جس خاص کرم سے تو نے مجھے یہ مبارک دن دکھایا ہے کہ میں تیرے حبیب کے محبوب شہر میں داخل ہو رہا ہوں۔ اسی کرم سے تو مجھے یہاں کی خاص برکتیں عطا فرما اور ان تمام باتوں سے میری حفاظت فرما جو یہاں کی برکات سے محرومی کا باعث ہوتی ہیں۔"

آداب حاضری

مدینہ طیبہ پہونچ کر بہتر یہ ہے کہ غسل کرلیں اور پاک وصاف کپڑے پہن کر درود وسلام پڑھتے ہوئے مسجد نبوی کو جائیں۔ باب جبرئیل سے داخل ہونا بہتر ہے۔ داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

مسجد نبوی کے اندر پہونچ کر محراب النبی میں یا جہاں کہیں بھی جگہ ملے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کریں۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہو کر مواجہ شریف[له] کے سامنے آئیں۔ اور با ادب دست بستہ اس طرح کھڑے ہوں جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ پہلے بارگاہ نبوی میں سلام پیش کریں اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کریں ادب کے ساتھ ہلکی آواز سے سلام پڑھیں۔

له روضہ نبوی کے چاروں طرف ایک پیتل کی جالی ہے۔ اس جالی میں آنحضرت صلعم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے چہروں کے سامنے تین دائرے بنے ہوئے ہیں ان دائروں کو مواجہ شریف . . . کہتے ہیں۔ پہلا دائرہ حضور کے روئے مبارک کے سامنے دوسرا حضرت صدیق کے تیسرا حضرت فاروق کے چہروں کے سامنے پڑتا ہے۔ ان دائروں کے روبرو کھڑے ہو کر زائر سلام پڑھتے ہیں۔

بارگاہ نبوی میں سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ

۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی آلِکَ وَ

اَصْحَابِکَ وَاُمَّتِکَ اَجْمَعِیْنَ

صدیق اکبر کو سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَزِیْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِی الْغَارِ وَ

رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

فاروق اعظم کو سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَ

رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

سلام سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ رو ہو کر آنحضرت صلعم کے توسل سے خدا کی جناب میں اپنے لئے اور اپنے ماں باپ اور احباب کے لئے دعا کریں اس موقع کے لئے بھی کوئی دعا مقرر نہیں ہے۔ اپنی ہی زبان میں خدا سے

دلی مرادیں مانگیں اور آنحضرت صلعم کے سامنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور قیامت کے دن شفاعت کرنے کی درخواست کریں۔

مدینہ کے قیام میں

(۱) آستانہ نبوی پر سلام کے لئے روز حاضر ہوا کریں۔

(۲) مسجد نبوی میں پنج گانہ نماز پڑھیں۔

(۳) جنت البقیع میں بھی حاضری دیتے رہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جو شخص گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اہل بقیع کی ارواح کو بخشتا ہے تو خدا اس کو اتنا اجر دیتا ہے جس تعداد میں میت وہاں آسودہ ہیں"

(۴) مسجد قبا کی زیارت کو جائیں۔ اس مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب مثل عمرہ کے ثواب کے ہے

(۵) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر جاکر فاتحہ اور سلام پڑھیں۔ پھر دوسرے شہدائے اُحد کے مزارات پر سلام عرض کریں ان مزارات کی زیارت کرنا مستحب اور مسنون ہے۔

جب مدینہ سے جانے کا وقت آئے تو مسجد نبوی میں حاضر ہوں اور دو رکعت نماز پڑھیں اس کے بعد مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر سلام عرض کریں پھر حج و زیارت کی قبولیت کے لئے خدا سے دعا مانگیں۔ اور

روضہ اقدس کو حسرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اور درود پڑھتے ہوئے مسجد نبوی سے باہر آجائیں۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلعم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے مسلمانو تم بھی آنحضرت صلعم پر درود بھیجو۔

چند دن حجاز میں

میرے سفرنامۂ حج کا پہلا اور دوسرا حصہ بھی پڑھیے جلد اول میں میرے سفر حج کی روداد ہے۔

حصہ دویم کے عنوانات :- حج کے فوائد کیا ہیں ؟ حج کی ابتدا کب ہوئی ؟ مسلمانوں کا پہلا حج۔ آنحضرت صلعم کا حج۔ خلفائے راشدین کا حج۔ خلفائے امیہ و عباسیہ کا حج

دونوں حصے ایک جلد میں ہیں

قیمت مجلد عہ غیر مجلد عہ (علاوہ محصول)

میرا ایک کتابچہ

شاہان مغلیہ کے کتب خانے اور ان کا نظام

اس میں شاہان مغلیہ کی علم پروری۔ انکے ادبی ذوق اور کتابیں جمع کرنے کے شوق کا مختصر تذکرہ ہے

ہندو پاک کے مشہور اخبارات کی رائیں۔

الجمعیۃ دہلی۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۱ء " یہ رسالہ گو مختصر ہے مگر بہت قیمتی ہے۔ اہل علم کے لئے اس کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔"

قومی زبان کراچی ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۱ء " مولف نے اس مختصر سی کتاب میں سلطنت مغلیہ کے بانی بابر سے لیکر عالمگیر تک کی علمی و ادبی ذوق کا اجمالی طور پر جائزہ لیا ہے۔ جناب حاجی محمد زبیر صاحب قابل ستائش ہیں کہ اس مضمون پر موصوف نے پہلی بار قلم اٹھایا ہے"۔ قیمت آٹھ آنے

ملنے کا پتہ :- حاجی محمد زبیر

فرحت منزل۔ بدر باغ۔ علی گڑھ

ملنے کا پتہ

محمد زبیر فرحت منزل بدر باغ علی گڈھ

محمد حسین زبیری - نشیمن-10/2-C/1

ناظم آباد کراچی (۱۸)

The
National Printers' Co.,
Aligarh.